ظلم پھر ظلم ھے بڑھتا ھے تو مٹ جاتا ھے

(ڈاکٹر فدا محمد صاحب دامت برکاتہٗ)

بندہ میڈیا سے عمومی طور پر لاتعلق رہتا ہے۔ صرف اسلام اخبار اور ضربِ مومن پڑھ لیتا ہوں۔ حالاتِ حاضرہ کے بارے میں عموماً ساتھی ہی باخبر رکھتے ہیں۔ اتفاقاً رات کے گیارہ بجے چھوٹے بیٹے برخوردار ڈاکٹر وقار نے اپنے کمپیوٹر پر کراچی کے قتل کا نظارہ دکھا دیا۔ وہ منظر تو اتنا دکھ اور اذیت پہنچانے والا تھا اور اس قدر دل دوز تھا کہ بندہ کی چیخیں نکل گئیں۔ بطور ڈاکٹر محسوس ہوا کہ اس قدر اینزائم (Enzymes) اور ہارمون (Hormones) خون میں آگئے کہ اگر دل صحت مند نہ ہوتا تو ہارٹ اٹیک ہو جاتا۔ پوری رات نیند نہیں آئی۔ دوسرے دن عصر تک طبیعت خراب رہی۔ ایک ہزار کلومیٹر دور بیٹھے ہوئے ایک اجنبی آدمی کے طور پر اگر مجھے یہ احساس ہوا ہے تو اس قتل ہونے والے برخوردار کے ماں باپ، بہن بھائیوں، دادا دادی، نانا نانی، چچا ماموں اور خالاؤں اور پھوپھیوں کا کیا حال ہوا ہوگا اور اُن پر کیا بیتی ہوگی۔ جب وہ نہتا بچہ چھ بھیڑیا صفت اہل کاروں کے ہاتھ میں مکمل بے بس ہو کر آ گیا تھا تو پھر کیا وجہ ہوئی ہے کہ انہوں نے اُس پر گولی چلائی ہے؟ امریکہ حملے کر کر کے بے گناہ لوگوں کو قتل کر رہا تھا لیکن اب تو دو روپے کے سرکاری ملازموں کو اتنا سر پر چڑھا دیا گیا ہے کہ وہ عوام کو کوڑا کرکٹ اور کیڑے مکوڑے سمجھ کر قدموں کے نیچے مسلنے لگے ہیں۔ میرے بھائی! اگر تو حکومت کر رہا ہے اور سیکورٹی اداروں کی تنخواہ پا رہا ہے تو اس کوڑا کرکٹ اور کیڑے مکوڑے عوام کی خون پسینے کی کمائی کی وجہ سے ہے۔ اور عوام کے بغیر کوئی حکومت، کوئی ادارہ آگے قدم نہیں اُٹھا سکتا۔ یہ سب کچھ تب ہو سکتا ہے جب عوام حکومت اور فوج کی پشت پناہی کے لئے کمر باندھ کر کھڑے ہوتے ہیں۔ یاد رکھ ملک کفر سے تو باقی رہ

سکتا ہے ظلم سے باقی نہیں رہ سکتا۔ یہ وہ جملہ ہے جو باب العلم حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی زبان مبارک سے ادا ہوا ہے۔ جب سندھ کے بڑے افسروں کو عدالت نے ہٹانے کا حکم کیا تو اہل حکومت کو بڑی تکلیف ہوئی۔ یہ نااہل افسروں کی کارستانی ہی تو ہوتی ہے کہ ماتحت سر پر چڑھ جاتا ہے اور اپنے اختیارات سے بڑھ کر کام کر رہا ہوتا ہے۔ حضرت بو علی قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید نے شکایت کی کہ حکومت کے ایک افسر نے مجھے ستایا ہے۔ حضرت نے بادشاہِ وقت کو پرچہ لکھا

باز گیر ایں عاملِ بد گوہرے

ورنہ ملکِ تو دہم با دیگرے

ترجمہ: اپنے اس بیکار حاکم کو بدلو ورنہ تمہارا ملک کسی اور کو دے دیں گے۔

یہ کوئی خدائی اختیارات کا دعویٰ نہیں تھا بلکہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ دعا کا ایسا تعلق تھا کہ جو مانگتے تھے مانگ سکتے تھے۔ بادشاہ کو بھی اس کا اندازہ تھا اس لئے فوراً حاکم کو بدلا۔

مشرقی پاکستان میں کیا ہوا۔ پہلے انہوں نے ہمارے لوگوں کو ذبح کیا، ہم نے برائی کا جواب برائی سے دیا اور بدلے میں انہیں ذبح کیا۔ یوں دربارِ الٰہی میں یہ ثبوت پیش کر دیا کہ ہم میں ملک چلانے کی اہلیت ہی نہیں ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے پکڑ کر، جکڑ کر ہندو کے قدموں میں ڈال دیا۔ چونکہ یہ خطا عوام کی نہیں تھی چند خاص لوگوں کی تھی اس لئے ملک کی اسلامی حیثیت بھی برقرار رہی اور آزادی بھی برقرار رہی۔ لیکن اس سانحے کے ذمہ داروں کو ذلیل ہو کر موت کا نوالہ بننا پڑا۔ اب بھی وقت ہے باز آ، باز آ، باز آ۔

پیام رساں اُمت (چوتھی قسط)

(حضرت مولانا محمد اشرف صاحب سلیمانی نور اللہ مرقدہٗ)

شخصی مسئولیت:

اسی طرح ہر شخص کو اپنے دائرہ اقتدار و اثر میں ذمہ دار و مسئول ٹھہرایا کہ وہ اپنی پوری قوت و طاقت، اثر و رسوخ کے بقدر انہیں منہیات سے روکے گا اور نیکی اور احکام کی پابندی پر انہیں گامزن کرنے کی کوشش کرے گا اور اپنی زیر نگرانی اشیاء کی حفاظت و استعمال احکامِ الٰہی کے مطابق کرے گا۔ مشہور حدیث ہے:

" قال صلی اللّٰہ علیه وسلم کلکم راعٍ و کلکلم مسؤل عن رعیته فالا میر الذی علی الناس راع علیھم وھو مسئول عنھم والرجل راع علیٰ اھل بیته وھو مسئول عنھم والمراء ۃ راعیة علی بیت بعلھا والعبد راع علیٰ مال سیدہ وھو مسئول عنه الا فکلکم مسئول عن رعیته " (صحیح بخاری عن ابن عمر ج ۱ ص ۳۴۷)

ترجمہ: (فرمایا، تم میں سے ہر شخص راعی رکھوالا (یا نگہبان و ذمہ دار ہے) اور اس سے اس کی رعایا کے متعلق سوال ہوگا (کہ اس نے کہاں تک انہیں احکام الٰہی کے پابند بنانے اور برائیوں سے روکنے کی کوشش کی) اور مرد اپنے اہل خانہ کا ذمہ دار ہے اس سے ان کے متعلق باز پرس ہوگی، عورت اپنے خاوند اور اولاد کی نگران ہے اور اس سے ان کے متعلق پوچھ ہوگی اور غلام اپنے آقا کے مال کا محافظ ہے۔ اس سے اس کے متعلق سوال کیا جائیگا۔ پس یاد رکھو کہ تم میں سے ہر شخص اپنے اپنے (دائرہ نفوذ و عمل) میں ذمہ دار ہے اور اس سے اپنی متعلقہ رعیت کے متعلق سوال ہوگا) اس عمومی مسئولیت خاصہ کا یہ اصول حضرت محمد رسول ﷺ نے ہی انسانیت کو بتایا اور اپنی امت کا اسے امتیاز قرار دیا۔ اپنے اہل و متعلقین اور ماتحتوں کی ذمہ داری اور اعمال کی نگرانی کے اس اصول کی تائید قرآن کریم کی اس آیت سے بھی ہوتی ہے:

"یا یھا الذین اٰمنو قو انفسکم و اھلیکم ناراً" (التحریم۔ ۶)

ترجمہ: (اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنی اہل کو (دوزخ کی) آگ سے بچاؤ (کہ انہیں نیکی کا پابند بناؤ اور برائی سے روکو)

مفسرین نے ''اہل'' میں اہلِ قرابت اور دیگر ماتحت طبقہ کو بھی شامل کیا ہے۔ گویا ہر مسلمان کو اپنے اپنے دائرہ میں خصوصی نگران و ذمہ دار ٹھہرایا گیا کہ وہ برائی کے مٹانے اور خیر و بھلائی کے پھیلانے کے لئے حکمت و شائستگی سے اپنے پورے اختیار و قوت، اقتدار و رسوخ کو اپنے حلقہ اثر اور ماتحتوں میں استعمال کریگا اور عملاً انہیں نیک بنانے میں کوئی کوتاہی نہیں کرے گا۔ اور جہاں تک اس کا دائرہ اختیار و قوت وسیع ہوتا جائے گا، وہ اپنی اسی کوشش کو پھیلاتا چلا جائے گا۔ یہاں تک کہ دنیا سے برائی کا نشان مٹ جائے۔ امام غزالیؒ نے احیاء العلوم میں اس پر بحث کی ہے۔ اس مسئولیت خاصہ اور اپنے اپنے حلقہ کی نگرانی کے علاوہ امت کے ہر فرد پر اس کے علم و استعداد اور استطاعت کے بقدر دعوت و تبلیغ کی ذمہ داری ڈالی گئی کہ وہ دین کو بقدرِ ضرورت جانے اور اس کا علم حاصل کرے اور اسے دوسرے تک پہنچاتا رہے۔

صحابہؓ کا تبلیغ کا شغف اور اپنے علم کو دوسرے تک پہنچانے کا جذبہ اتنا بڑھا ہوا تھا کہ آج ان کے واقعات سن کر حیرت ہوتی ہے۔ صحیح مسلم میں ایک واقعہ نقل کیا گیا ہے کہ حضرت معاذؓ کو رسول اللہ ﷺ نے اس حدیث کی عمومی اشاعت سے احتیاطًا منع فرمادیا تھا (کہ لوگ اس کا مطلب غلط سمجھ کر عمل سے غافل نہ ہو جائیں) '' **ما من عبدٍ یشھد ان لا الہ الا اللّٰہ و ان محمدًا عبدہ ورسولہ الا حرمہ اللّٰہ علی النار** ''(کوئی بندہ نہیں جو گواہی دیتا ہو کہ نہیں کوئی معبود سوائے اللہ تعالیٰ کے اور محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں مگر یہ کہ اللہ اس کو آگ پر حرام کردے۔) حضرت معاذؓ نے موت کے وقت کتمانِ علم (علم کو چھپانے) کے گناہ سے بچنے کے لئے یہ حدیث بیان کردی۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۶) اسی طرح حضرت عبادہؓ بن صامت نے اسی مضمون کی حدیث کی اشاعت نہیں کی تھی۔ مرض الموت میں روتے تھے کہ ایک حدیث کی اشاعت نہ ہوسکی۔ آخر مرنے سے پیشتر بیان کردی (صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۳) غرض متعلقین کی مسئولیت خصوصی تبلیغ و دعوت، اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر اشاعت علم کو ہر کہ و مہ (چھوٹے، بڑے) کے لئے لازم قرار دیا گیا اور امت مبعوثہ کو اپنی منصبی ذمہ داری کے پورا کرنے کے لئے تعلیم و تعلم، تبلیغ و دعوت، نصرت دین، ہجرت و نفر کے وہ احکام عطا فرمائے گئے جس پر اس امت اور اسلام کی سرسبزی و شادابی کا مدار ہے (علامہ جصاص رازی نے احکام القرآن باب فرض النفیر والجہاد میں ان مباحث پر قابلِ دید بحث کی ہے) جس کی نقل کی گنجائش یہاں نہیں) قرآن وسنت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

کی زندگی ان جملہ احکام واعمال کے جاننے اور سمجھنے کے لئے ضروری ہیں اشارۃً اتنا عرض کرنا چاہتا ہوں کہ مکی زندگی میں عموماً صحابہ رضی اللہ عنہم انفرادی طور پر اپنے فریضۂ منصبی کی ادائیگی میں مشغول تھے اور اس کے لئے ہر طرح کے مصائب و آلام کو سہہ رہے تھے۔ ہجرت کے بعد صحابہؓ انفرادی و اجتماعی دونوں حیثیتوں سے دین کے داعی و سپاہی، معلم و متعلم راہِ ہدایت کے رہنما و راہی تھے۔ ایک طرف ان کی جماعتیں بے طلبوں میں دین کی طلب وشوق اور کفار میں دعوت و تبلیغ کا فریضہ ادا کر رہی تھیں تو دوسری طرف ان کے افراد و وفود دین سیکھنے اور سیکھ کر دوسروں کو سکھانے میں مشغول تھے۔ یہاں تک کہ بقول حافظ ابن حجرؒ فتح مکہ کے بعد یہ حالت ہوگئی تھی: ''ان مکة لما فتحت بادرت العرب باسلامهم فکان کل قبیلة ترسل کبراء ها لیسلمو او یتعلمو او یرجعوا الیٰ قومهم فیدعوهم الیٰ الاسلام و یعلموهم '' (فتح الباری ج ۱۰ ص ۵۲۵)

(فتح مکہ کے بعد تمام عرب نے اسلام کی طرف نہایت تیزی سے قدم بڑھایا۔ ہر قبیلہ اپنے سرداروں کو بھیجتا تھا کہ جا کر اسلام لائیں اور علم حاصل کر کے لوٹیں اور پھر انہیں اسلام کی دعوت دیں اور دینی تعلیم سے روشناس کریں)

مسجد نبویؐ بلکہ مدینۃ النبیؐ مدینۃ العلم والارشاد بن چکا تھا۔ جس کا امی معلم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے قدوسیوں کی جماعت کے ساتھ شب وروز دین کی دعوت واشاعت کی مجلسوں، علم وذکر کے حلقوں اور دین کی اشاعت کی سرگرمیوں، بیرونی وفود کی آمد اور تبلیغی وفود کی رخصتی اور جہد و جہاد کے چرچوں میں مصروف تھا۔ غرض حضرت محمد ﷺ امتِ مبعوثہ کی تربیت میں ہمہ تن مصروف تھے اور امت ان ذمہ داریوں کے سنبھالنے کے لئے ہمہ وقت تیار تھی۔ چنانچہ خیر الامم کے اس پہلے طبقہ (صحابہؓ) نے اپنے شخصی فرائض کی ادائیگی کے ساتھ اپنے فرائض ملی کو اس خوش اسلوبی سے نبھایا کہ زمانہ انگشت بدندان اور انسانیت آئینہ حیرت تھی۔ صحابہؓ کا یہ عالیشان اور بے نظیر کارنامہ پوری امت کے لئے نمونہ، دلیل اور روشنی کا مینار ہے۔

امت کے دو گروہ :

غرض پوری امت کو دینی ذمہ داریوں سے گرانبار کیا گیا۔ دعوت و تبلیغ کا مقصد وفکر اور پوری

انسانیت کی اصلاح کا درد عطا فرمایا گیا اور من حیث الامۃ نبوت کی نیابت کی ذمہ داری کا تاج اس کے سر پر رکھا گیا۔تاہم اسلام ایک فطری اور عملی دین ہے وہ خوش کن نظریہ نہیں۔اس وجہ سے تقسیم کار کے اصول کے پیش نظر امت میں سے ایک جماعت کو خالص اور کلیۃً اسی کام کے لئے چن لیا گیا۔جس کا کام اور مقصد اور مشغلہ زندگی ہی تعلیم وتعلم ،دعوت الیٰ الخیر امر باالمعروف ونہی عن المنکر ہوگا۔وہ دیگر مشاغل دنیوی میں مصروف نہیں ہوں گے۔بلکہ ان کی زندگی نیابتِ نبوت اور پیمبرانہ وظائف کی تبعاً بجا آوری کے لئے وقف ہوگی۔وہ دین کے علوم میں مہارت تامہ،تفقہ اور بصیرت حاصل کرنے میں پوری محنت و مشقت وکوشش کریں گے اور حصول علم کے بعد اس علم کو عام کرنے اور دعوتِ حق میں ہمہ تن و ہمہ وقت لوجہ اللہ مصروف رہیں گے۔جیسا کہ مندرجہ ذیل آیتوں کا منشاء ومقصود ہے۔

(دیکھئے بیضاوی ج ۳ ص ۳۰۰،ابن کثیر ج ۱ ص ۳۲،بحرالمحیط ج ۳ ص ۲۰۰، وتفسیر کبیر ج ۴ ص ۷۶۶)

۱) علماء اور داعیان حق کا طبقہ:

”ولتکن منکم امة یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکرو اولٰئک ھم المفلحون“ (آل عمران۔۱۰۴)

ترجمہ:اور ہو تم میں ایک ایسی جماعت جو خیر ہی کی طرف بلاتی رہا کرے،نیکی کا حکم کرتی رہے اور برائی سے روکتی ہے۔یہی لوگ پورے کامیاب ہوں گے۔

”وما کان المؤمنون لینفرو کافة فلو لا نفر من کل فرقة منھم طآئفة لیتفقھو فی الدین و لینذروا قومھم اذا ارجعو ا الیھم لعلھم یحذرون“ (التوبہ۔۱۲۲)

ترجمہ:اور مومنوں کو نہ چاہئے کہ سب کے سب (تحصیل علم یا جہاد کے لئے) نکل کھڑے ہوں۔یہ کیوں نہ ہو کہ ہر گروہ میں سے ایک حصہ نکل کھڑا ہوا کرے تاکہ دین کی سمجھ بوجھ حاصل کریں اور تاکہ ڈر سنادیں اپنی قوم کو جب ان کے پاس آویں تاکہ وہ قوم (منہیات الٰہی اور جہل سے بچے اور احتیاط رکھے)۔

پچھلی آیت کے ذیل میں امام رازی لکھتے ہیں ”دلت الایة علیٰ انه یجب ان یکون المقصود من التفقه والتعلم دعوة الخلق الی الحق وارشادھم الیٰ الدین القویم و صراط المستقیم لان الایة تدل علیٰ انه تعالیٰ امر ھم بالتفقه فی الدین لا جل انھم

اذا رجعوا الیٰ قومھم انذروھم بالدین الحق واولئک یحذرون الجھل والمعصیة و یرغبون فی قبول الدین فکل من تفقه و تعلم لھذا الغرض کان علیٰ النھج القویم والصراط المستقیم '' (تفسیر کبیر ج ۴ ص ۵۲۱)

ترجمہ: آیت وجوب پر اس طرح دلالت کرتی ہے کہ تفقہ اور تعلم سے مقصود مخلوق کو حق کی طرف بلانا ہو اور ان کی دین قویم اور سیدھی راہ کی طرف رہنمائی کرنی ہو کہ آیت کا مدلول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تفقہ فی الدین کا حکم اس لئے دیا ہے کہ جب وہ اپنی قوم کی طرف لوٹیں تو انہیں دین حق سے چوکنا کریں اور وہ قوم جہل اور معصیت سے اس ڈرانے سے بچ جائے اور اس میں دین کے قبول کرنے کی رغبت پیدا ہو جائے۔ پس جس شخص نے اس غرض سے تفقہ اور علم حاصل کیا وہ صحیح راہ اور سیدھے راستے پر ہے۔

قاضی بیضادی نے بھی اس مفہوم کو ادا کیا ہے (بیضاوی ج ۲ ص ۳۰۰) یہ طبقہ علماء امت، داعیانِ حق اور مجاہدین فی اللہ کا ہے۔ جو اصلاً انبیاء کے وارث ہیں۔'' العلماء ورثة الانبیآء '' حدیث صحیح ہے علامہ ابن قیم نے الوہل الصیب میں لکھا ہے علماء کا وہی طبقہ رسولوں کا حقیقی وارث اور انبیاء کا خلیفہ ہے جو دین کو علمًا و عملاً سنبھالنے والا اور اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی طرف دعوت دینے ولا ہے۔ (الوہل الصیب ص ۷۶) ظاہر ہے، خاصانِ خدا کا یہ گروہ اپنی دینی خدمات وسرگرمیوں کی وجہ سے طلب معاش کے دھندوں میں سرگرداں نہیں ہوسکتا۔ وہ انبیاء واصحاب صفہ کی سنت کے مطابق توکلاً علیٰ اللہ بغیر کسی اشراف وسوال کے حسبۃ اللہ خدماتِ دینی میں مصروف رہے گا اور حقیقتاً للہ تبارک وتعالیٰ اس کے رزق کا سامان بہم پہنچائے گا۔ اور عالم اسباب میں ملت کے دیگر افراد کے ذمہ، ان کی معاشی ضروریات کی بہم رسائی ہوگی۔ اصحاب صفہ ؓ کے متعلق آتا ہے۔ '' للفقرآء الذین احصروا فی سبیل اللّٰہ لا یستطیعون ضربا فی الارض یحسبھم الجاھل اغنیاء من التعفف تعرفھم بسیمٰھم لا یسئَلون الناس الحافا '' (البقرہ۔۲۷۳)

ترجمہ: خیرات ان حاجت مندوں کا حق ہے جو مقید ہو گئے ہوں اللہ کی راہ (یعنی دین کی خدمت) میں، (اور اسی خدمتِ دین میں مقید اور مشغول رہنے سے) وہ لوگ (طلبِ معاش کے لئے)

کہیں ملک میں چلنے پھرنے کا امکان نہیں رکھتے (اور) ناواقف ان کو مالدار خیال کرتا ہے اُن کے سوال سے بچنے کے سبب سے (البتہ) تم اُن لوگوں کو اُن کی ہیئت سے پہچان سکتے ہو (کیونکہ فقر و فاقہ سے چہرے اور بدن میں اضمحال ضرور آجاتا ہے) وہ لوگوں سے لپٹ کر مانگتے نہیں پھرتے (جس سے کوئی ان کو حاجت مند سمجھے)۔ (معارف القرآن)

مفسرین نے " **لایستطیعون ضربا فی الارض** " کی تفسیر میں تصریح کی ہے کہ یہ اصحاب صفّہ کا گروہ ہے جو قران کی تعلیم و تعلم میں مشغول رہتا تھا اور ہر جہاد و سریہ میں اللہ تعالیٰ کے راستہ میں نکلا کرتا تھا۔(**یخرجون فی کل سریة یبعثها رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم**) تجارت، طلب معاش اور کسب کے لئے فارغ نہیں ہوسکتا تھا" **لایتفرغون للتجارة و طلب المعاش والکسب** " (تفسیر خازن و معالم التنزیل ج ۱ ص ۲۴۸) یعنی " **سفرَ التسبب فی طلب المعاش** " (ابن کثیر ج ۱ ص ۳۲۴) علامہ ابن قیم نے احصروا کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے۔ " **اصل الحصر المنع :. فمنعو اانفسهم من تصرفها فی اشغال الدنیا و حصر و ها علیٰ بذلها اللّٰہ و فی سبیله** " (التفسیر القیم ص ۱۷۱) یعنی الحصر کا اصل معنی روکنا ہے یعنی ان لوگوں نے اپنے نفسوں کو دنیاوی اشتغال میں مصروف کرنے سے روک دیا ہے اور اسے صرف اللہ اور اس کے راستے (یعنی خدمات) دینی میں صرف کرنے کے لئے خالص کرلیا ہے۔ مراد یہ کہ علماء کا طبقہ ہر دنیاوی شغل سے بے نیاز ہو کر ہمہ وقت تعلیم و تعلم، دعوت وارشاد، نفرد تبلیغ اور دیگر خدامت دینی میں مصروف رہے تا کہ پوری امت کی طرف سے دینی ذمہ داری اور اس کے فریضہ منصبی کی ادائیگی کا حق پورا ہوتا رہے۔ گویا عام اصطلاح میں فراغت کے ساتھ علم ودعوت کے لئے وقف ہوجانا فرض کفایہ ہے۔ جو اگر امت کا ایک طبقہ اس طرح ادا کرتا رہے کہ ضروریات دینی کا حق ادا ہوتا رہے تو باقی امت ذمہ داری اور گناہ سے سبکدوش ہوجاتی ہے ورنہ سب گناہگار ہوتے ہیں۔ بہرحال علماء اور داعین حق کا یہ گروہ اسلامی نظام دعوت و ہدایت کا مرکزی نکتہ ومحور ہے۔ یا یوں کہیئے کہ امت کا دل و دماغ ہے جو پوری امت کی شریانوں میں ہدایت کا خون پہنچاتا ہے اور اسے علوم دینیہ سے بہرہ اندوز کرتا رہتا ہے۔ امت کے عالمی تقاضوں کے بقدر اس گروہ کا وجود ضروری ہے۔ بقول شخصے " کرڑوں کو سنبھالنے کے لئے

لاکھوں تو ہوں تا کہ امت اجابت کی داخلی تربیت واصلاح تزکیہ تعلیم کا کما حقہ بندوبست ہو سکے اور امتِ دعوت میں تبلیغ اور اشاعتِ دین کی جملہ ممکنہ صورتیں بروئے کار آسکیں ۔ یہاں یہ بات واضح کر دینی ضروری ہے کہ اسلام میں علماء کا طبقہ کوئی موروثی و نسلی گروہ نہیں بلکہ امت کا ہر فرد اپنی محنت وقربانی سے یہ مقام حاصل کر سکتا ہے۔

۲. عامۃ المسلمین کا طبقہ:

خواص کے اس طبقہ کے علاوہ دوسرا طبقہ عامۃ المسلمین کا ہے جو اپنی معاشی ذمہ داریوں کی وجہ سے کلیتاً دین کے لئے فارغ نہیں ہوسکتا۔ ظاہر ہے کہ امت کی انتہائی اکثریت اس طبقہ میں ہوگی جن کا اپنے دیگر مشاغل میں مصروف رہنا معاشی ورفاہی تقاضوں کی بنا پر ضروری ہوگا۔ لیکن اسلام میں نری دنیاداری کا کوئی تصور نہیں۔ اس بنا پر اس طبقہ پر بھی فرض ہے کہ رضائے الٰہی کے حصول کے لئے اپنی اصلاح سے ایک لمحہ غافل نہ ہو۔ ذاتی و شخصی، دینی ومعاشی تقاضوں کا ضروری علم واحکام اور طریقہ سنت کو سیکھتا اور معلوم کرتا رہے کہ

"طلب العلم فریضۃ علیٰ کل مسلمٍ" (کنزالعمال ج ۵ ص ۲۳۰)

ترجمہ: (ضروری) علم کی طلب ہر مسلمان پر فرض ہے)

اپنے علم پر عمل کرے اور اپنے ظاہر و باطن کی اصلاح کی کوشش کرتے ہوئے کثرت سے اپنے علم کے بقدر دین کی دعوت و تبلیغ میں مشغول رہے۔ اس بارے میں نصوص کثرت سے وارد ہیں، نمونۃً کچھ اوپر گزر چکی ہیں۔ اسی طرح اپنی مسئولیتِ خاصہ اور ذمہ داری کا احساس کرتے ہوئے اپنے اہل وعیال، تابعین، ماتحتوں کو منکرات سے روکے اور نیکیوں کی ہدایت کرے۔ ان کی دینی واخلاقی اصلاح کی فکر و کوشش اور ان کے معاملات ومعاشرت کی درستگی کے لئے اپنا اثر ورسوخ، اقتدار واختیار پوری ہمت وقوت سے استعمال میں لائے تا کہ اس کے دائرہ اثر میں نیکیاں پھیلیں اور برائیوں کا انسداد ہو۔ مزید برآں، اللہ تعالیٰ کی رضا، انبیاء علیہم السلام کی اتباع اپنے منصب ملی کی ادائیگی اور اپنی اصلاح کی نیت سے قریب و بعید جیسے بھی حالات وظروف اجازت دیتے ہوں وفود کی شکل میں یا انفرادی طور پر منہاج نبوت کے مطابق دعوت کے لئے "خروج ونفر، نصرت دینی" عرض کی پیمبرانہ سنت کو پورا کرتا رہے کہ صحابہؓ

انفرادی اور وفود کی شکل میں تبلیغ دین اور فروغ ہدایت کے لئے نزدیک و دور باقاعدہ اور ہمیشہ نکلتے رہے ہیں۔ جیسا کہ اہلِ علم سے مخفی نہیں، لیکن اس کے آداب و شرائط ہیں جو اہل علم اور داعیان حق سے علماً و عملاً معلوم ہو سکتے ہیں۔دین کے علم اور دعوت کے اصول و مبادی تعلیم یا صحبت کے ذریعے سیکھے بغیر ہر دینی کوشش لغزش پا کا سبب بن سکتی ہے۔اس لئے ایسی کسی تحریک و کوشش سے پیشتر ایک مرتبہ چار، چھ مہینہ تبلیغ و دعوت کے تجربہ کاروں اور خواص کے ساتھ گزار کران کی صحبت میں دعوت کی علماً و عملاً مشق کر لینی بہت ضروری ہے تاکہ آئندہ اپنے علم و فہم کے مطابق صحیح رخ سے دین کی اپنی استعداد کے بقدر خدمت انجام دے سکے۔عامۃ الناس کا یہ طبقہ دینی فرائض و اعمال، ملی ذمہ داریوں اور تقاضوں سے بَری اور فارغ نہیں قرار دیا جا سکتا۔پہلا طبقہ اصل ہے اور یہ طبقہ اس کے جوارح و اعضاء کی حیثیت سے اپنی استعداد کے بقدر ان کی رہنمائی میں شخصی اصلاح اور دینی خدمات، امر بالمعروف نہی عن المنکر، دعوت الی اللہ کے فرائض اپنی بساط کے مطابق انجام دیتا رہے گا۔ جیسا کہ صحابہ کرامؓ کا معمول تھا۔پہلا طبقہ کلیۃً خدمتِ دین کے لئے فارغ ہوگا اور یہ طبقہ اپنی معاشی اور کاروباری مصروفیات میں احکامِ شریعت کے مطابق مصروف رہتے ہوئے اپنے اپنے دائرہ میں اپنے علم و استعداد اور صلاحیت کے بقدر دعوت و اقامت و نصرت دین کے فرائض کی ادائیگی میں مشغول رہے گا۔علامہ ابن کثیرؒ نے ان دونوں طبقات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ''ولتکن منکم امۃ'' کی تفسیر میں لکھا ہے:

'' **یقول اللّٰہ تعالیٰ ولتکن منکم امۃ منتصبۃ للقیام با مر اللّٰہ تعالیٰ فی الدعوۃ الی الخیر و الامر بالمعروف و النھی عن المنکر و اولئک ھم المفلحون ، قال الضحاک ھم خاصۃ الصحابۃ و خاصۃ الرواۃ یعنی المجاھدین و العلماء والمقصود من ھذالایۃ ان تکون فرقۃ من ھذہ الامۃ متصدیۃ لھذا الشان وان کان ذلک واجبًا علیٰ کل فرد فرد من الامۃ بحسبہ** '' (تفسیر بن کثیر ج ۱ ص ۳۹۰)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کہتا ہے، تم میں سے ایک گروہ اللہ تعالیٰ کے دعوت الی الخیر، امر بالمعروف و نہی عن منکر کے حکم کی اقامت کے لئے بالکلیہ کھڑے ہونے والا ہو اور وہی فلاح پانے والا گروہ ہوگا۔ضحاک کا قول ہے یہ خاص صحابہ اور خاص راویوں یعنی مجاہدین و علماء کا گروہ ہے اور اس آیت سے مقصود یہ ہے کہ اس امت کا ایک طبقہ بس اسی کام کا ہو رہے گو کہ یہ فرائض امت کے ہر ہر فرد پر اس کی استعداد کے بقدر فرض ہیں۔

(جاری ہے)

بیانِ جمعہ مدینہ مسجد پشاور یونیورسٹی

(ڈاکٹر فدا محمد صاحب دامت برکاتہٗ)

الحمد اللّٰہ نحمدہ و نستعینہ و نستغفرہ و نؤمن بہ و نتوکل علیہ و نعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا و من سیآت اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ و نشھد الا ا لہ الااللّٰہ وحدہ لاشریک لہ و نشھد ان محمد عبدہ ورسولہ ط امابعد فا اعو ذو بااللّٰہ من الشیطن الر جیم بسم اللّٰہ الرحمان الرحیم ان الذین قالوا ربنا اللّٰہ ثم استقاموا تتنزل علیھم الملٓئکۃالا تخافو ولا تحزنو و ابشرو با الجنۃ التی کنتم توعدون ٥ نحن اولیٰؤکم فی الحیٰو ۃ الدنیا و فی الا خرۃج و لکم فیھا ما تشتھیٓ انفسکم ولکم فیھا ما تد عونo نزلا من غفوررحیم ٥　　(حٰمٓ سجدہ: ۳۰ تا ۳۲)

ترجمہ: جن لوگوں نے (دل سے) اقرار کرلیا کہ ہمارا رب (حقیقی صرف) اللہ ہے (مطلب یہ کہ شرک چھوڑ کر توحید اختیار کر لی) پھر (اُس پر) مستقیم رہے (یعنی اُس کو چھوڑا نہیں) اُن پر (اللہ کی طرف سے رحمت و بشارت کے) فرشتے اتریں گے (اول موت کے وقت، پھر قبر میں پھر قیامت میں جیسا کہ درمنثور میں حضرت زید بن اسلم کی روایت سے ثابت ہے اور کہیں گے) کہ تم نہ (احوالِ آخرت سے) اندیشہ کرو اور نہ (دنیا کے چھوڑنے پر) غم کرو (کیونکہ آگے تمہارے لئے اس کا نعم البدل اور امن و عافیت ہے) اور تم جنت (کے ملنے) پر خوش رہو جس کا تم سے وعدہ کیا جایا کرتا تھا، ہم تمہارے رفیق تھے دنیاوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی رہیں گے اور تمہارے لئے اس (جنت) میں جس چیز کو تمہارا جی چاہے گا موجود ہے اور نیز تمہارے لئے اس میں جو مانگو گے موجود ہے۔ یہ بطور مہمانی کے ہوگا غفور الرحیم کی طرف سے (یعنی یہ نعمتیں اکرام و اعزاز کے ساتھ) اس طرح ملیں گی جس طرح مہمانوں کو ملتی ہیں۔

محترم بھائیو دوستو! ایک آیت میں نے پڑھ لی جس میں فرمایا گیا ہے بے شک جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے اور پھر اسی پر جمے رہے، ثابت قدم رہے ان کے اوپر فرشتے نازل ہوں

گے۔جن کے اوپر فرشتے نازل ہوتے ہیں وہ خوشخبری لے کر آتے ہیں کہ تم غم نہ کرو،تم خوف نہ کھاؤ ،ان کو بشارت دیتے ہیں جنت کی ،جس کا تمہارے ساتھ وعدہ کیا گیا ہے اور مزید کہا جاتا ہے۔بے شک جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر جمے رہے، جمنا کیا ہے۔اپنی زندگی کو اس اقرار اور قول کے سانچے میں ڈال کر اس پر پکا ہو جانا،جن پر اللہ پاک کی طرف سے بشارت کے لئے،خوشخبری کے لئے ،ان کا ساتھ دینے کے لئے ،ان کے دلوں کو مضبوط کرنے کے لئے فرشتے اتریں گے،اور وہ ان کو تسلی دیں گے کہ غم نہ کھاؤ خوف نہ کھاؤ۔تمہارے ساتھ تو جنت کا وعدہ ہے اور دیکھو اب دنیا کی زندگی میں بھی ہم تمہارے ساتھ ہیں اور آخرت کی زندگی میں بھی۔اور آخرت میں تو تمہارے جی کا چاہا ملے گا تمہارے منہ کا مانگا ملے گا جو منہ سے مانگو گے وہ ملے گا جو دل میں چاہت کرو گے وہ چاہت ملے گی۔اور ایسے طریقے سے دیئے جائیں گے جس طرح مہمان کو اعزاز کے ساتھ دیئے جاتے ہیں۔منہ کا مانگا،دل کا چاہا ملے گا اور ایسے دیا جائے گا جیسے ”نزل من غفور الرحیم“ غفور الرحیم رب کی طرف سے مہمانی کے طور پر دیئے جاتے ہیں۔ایسے صفتوں والا رب مغفرت والا ،رحم والا اور پھر وہ خاص اعزاز کے ساتھ جیسے مہمان کو دیا جاتا ہے انہیں نعمتیں عطا کرے گا۔تو اس بات کو بیان کرنے کے لئے میں نے یہ آیت پڑھی کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا مسلمانوں کے لئے جدا ضابطہ ہے اور کفار کے لئے جدا ضابطہ ہے۔کفار کے بارے میں فرمایا گیا کہ اگر ہمیں مؤمنین کے پریشان ہونے کا اور گڑبڑ ہونے کا اور متزلزل ہونے کا خطرہ نہ ہوتا تو ہم کفار کو اتنی دنیا دیتے، اتنا مال و دولت دیتے کہ ان کی سیڑھیاں سونے کی ہوتیں۔سیڑھی ایک بہت معمولی،گھٹیا سی چیز گھر میں ہوتی ہے جو عام سی لکڑی سے بنائی جاتی ہے کہ ان کی سیڑھیاں بھی سونے کی ہوتیں۔اتنا ہم ان کو دیتے۔دنیا اللہ تبارک وتعالیٰ کے نزدیک اتنی گھٹیا ہے۔اور فرمایا گیا کہ اگر دنیا کی قیمت اللہ تبارک وتعالیٰ کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو کافر کو ایک گھونٹ پانی کا بھی نہ ملتا۔اس لئے کافر کے ساتھ اللہ تبارک وتعالیٰ کا رابطہ اور ضابطہ اور ہے اور مسلمان کے ساتھ اللہ کا رابطہ ضابطہ اور ہے۔کافر کے ساتھ رابطہ ضابطہ اسباب وسائل کا ہے۔اسباب و اسائل زیادہ

ہوں گے تو کامیاب ہوگا۔ دنیا کی چیزیں زیادہ ہوں گی تو کامیاب ہوگا۔ اس کے ساتھ رابطہ ضابطہ اسباب وسائل کا ہے۔ لیکن مؤمن کے ساتھ رابطہ ضابطہ وسائل کا نہیں ہے۔ ان کے ساتھ رابطہ ضابطہ اعمال وخصائل کا ہے کہ اس کے اعمال کیسے ہیں اس کی خصلتیں کیسی ہیں۔

صحابہ کرامؓ کی تربیت ہوئی حضور ﷺ کے ہاتھوں۔ انسانیت کے اس معیار پر پہنچے کہ ایمان، عقائد، اعمال، خصائل ہر لحاظ سے معیاری انسان بنے اور جو وسائل مہیا تھے ان کو لے کر کھڑے ہوئے، اللہ نے ساری دنیا پر غالب کردیا۔ کئی جنگوں کو تو قرآن پاک نے مثال کے طور پر بیان کیا اور تاریخ نے بطور روئداد کے لکھا کہ کیسے بے سروسامانی کی حالت میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے غالب کیا ہے، فتح دی اور اپنے کم وسائل کو لے کر ساری دنیا پر چھا گئے۔ کسی جگہ پر چھا جانا اور غالب آجانا یہ ایک مرحلہ ہوتا ہے۔ دوسرا مرحلہ وہاں امن وامان قائم کرکے زندگی کو معمول پر لانا ہوتا ہے۔ اور تیسرا مرحلہ اپنے عقائد، اپنی عادات وخصائل، اپنے مذہب ودین یہ ان کے اندر داخل کرنا اور ان کے تہذیب وثقافت ان کے رسم ورواج ان چیزوں کو ختم کرکے اپنے میں مدغم کرنا۔

انگریز اسلحے کے زور سے غالب آیا ہندوستان میں، دوسو سال حکومت کی لیکن چونکہ اہلِ باطل تھا، ظالم تھا، اس کے پاس نہ کوئی عقیدہ تھا متاثر کرنے والا، نہ کوئی عمل تھا متاثر کرنے والا۔ لہٰذا دوسو سال بعد اس کو چھوڑ کر بھاگنا پڑا۔ پہلا مرحلہ سر کرلیا کہ اسلحہ کے زور سے ملک کو لے لیا۔ دوسرا مرحلہ سر کرگیا کہ امن وامان قائم کرکے زندگی کو معمول پر لے آیا۔ تیسرا مرحلہ سر نہ کرسکا کہ اس علاقے کی زبان، اس کی تہذیب وثقافت، اس کے دین کو بدل دے کیونکہ اس کے دین میں جان نہیں تھی۔ کفر میں جان نہیں کہ اسلام پر غالب آجائے۔ میں جنوبی افریقہ گیا وہاں کے لوگوں کو انگریزوں نے سو فیصد عیسائی بنایا ہے اور عیسائی بنانے کے ساتھ ڈیڑھ سو سال ان پر حکومت کی ہے۔ پھر وہ کالا عیسائی اٹھا ہے اور انقلاب برپا کرکے سفید عیسائی کو نکالا ہے اور حکومت واپس لی ہے۔ میں نے اپنے جنوبی افریقہ کے ساتھیوں سے کہا کہ ان کے جو freedom fighters ہیں اور ان کے جو نظریاتی لیڈر ہیں ان سے مجھے ملاؤ۔ خاص طور سے منڈیلا کے جو ساتھی رہے ہیں ان

سے میری ملاقاتیں کراؤ۔ان سے جو میری ملاقاتیں ہوئیں تو انہوں نے کہا ”ہمارے ملک میں جب انگریز آیا He told us to take bible in our hand and to shut our eyes اس نے کہا کہ انجیل کو ہاتھ میں پکڑو اور آنکھیں بند کرو۔کہتے ہیں کہ ہم نے بائبل کو اپنے ہاتھ میں لیا اور آنکھیں بند کیں And when we opened our eyes the bible was in our hands, our land was in their hands جب ہم نے اپنی آنکھیں کھولیں تو بائبل تو ہمارے ہاتھ میں تھی اور ہماری زمین ان کے قبضے میں۔ہمارے وسائل پر وہ قابض ہو گئے تھے اور کتاب ہمارے ہاتھ میں دے دی۔لہٰذا مذہب میں سو فیصد Conversion کرنے کے باوجود، وہاں پر سفید چمڑی والا انگریز کامیاب نہیں ہوا۔کالی چمڑی والے عیسائی نے انقلاب برپا کر کے ان سے اقتدار لے لیا۔تو میں نے ان سے کہا کہ میں تو اردو میں لفظ بولتا ہوں وہ تو بڑا خوبصورت جملہ بن رہا ہے اس لئے اس کو آپ لوگ انگریزی میں translate کر کے ان کو بتائیں۔میں نے کہا ان سے کہا کہ ”انگریزوں نے آپ کو عیسائی تو بنایا تھا آپ کو بھائی نہیں بنایا تھا۔“ ان کے پارکوں میں، ان کے کلبوں میں، تفریح کی جگہوں پر، کھیل کے میدانوں پر، سب جگہوں پر لکھا ہوتا تھا dogs and blacks are not allowed (کتوں کو اور کالوں کو اجازت نہیں)۔

مجھے dolphin fish شو دکھانے کے لئے ساتھی لے گئے۔انہوں نے کہا کہ ڈاکٹر صاحب بڑی دیکھنے کی چیز ہے، آپ دیکھ لیں۔میں نے کہا مجھے ان کو دیکھنے کی کیا ضرورت ہے، مجھے تو کسی کام کی جگہ پر لے جائیں۔خیر وہ دکھانے کے لئے لے گئے۔وہاں پر کالے آئے ہوئے تھے اور بتا رہے تھے you see we were not allowed to enter these places before کہ پہلے ان جگہوں پر ہمیں داخل بھی نہیں ہونے دیتے تھے۔ ڈیڑھ سو سال سفید چمڑی والا انگریز حکومت کر کے، ان کو سو فیصد عیسائی بنانے کے بعد پھر بھی ناکامیاب ہوا۔کیونکہ مساوات اور انسانی حق و حقوق کی جو ترتیب ہے وہ نہیں تھی ان کے پاس۔

اس کے مقابلے میں ہمارے انقلاب کو دیکھیں بفضلہ تعالیٰ عربی بولنے والا علاقہ جس کو جزیرہ نما عرب کہتے ہیں وہ موجودہ سعودی عرب ہے موجودہ فلسطین ہے، موجودہ شام کا علاقہ ہے، اس کو جزیرہ نمائے عرب کہتے ہیں۔ باقی علاقہ جو عربی بول رہا ہے مثلاً مصر، سوڈان، الجزائر، لیبیا، مراکش، تیونس وغیرہ ان میں سے کوئی عرب ملک نہیں ہے۔ لیکن پہلے مرحلے میں اسلام کا اقتدار وہاں قائم ہوا ہے، دوسرے مرحلے میں جو امن و امان قائم ہوا ہے تیسرے مرحلے میں جب اسلامی اخلاق والی زندگی اُن کے سامنے آئی ہے تو ان کو اندازہ ہوا کہ ہماری جانیں اور ہمارا مال ان مسلمان فرمان رواؤں کے ہاتھوں میں، ہمارے اپنے فرمان رواؤں سے زیادہ محفوظ ہیں اور ان کی زندگی وہ زندگی ہے جس کی انسان کو ضرورت ہے اور جسے انسان کو ضرور اپنانا چاہیئے۔

حضرت عمرِ فاروق ؓ کے دور کا واقعہ ہے کہ انہوں نے خالد بن ولید ؓ کو حکم بھیجا کہ ہمیں دوسرے محاذ پر ضرورت پڑ رہی ہے لہٰذا اس علاقے کو آپ خالی کریں اور فوراً ابو عبیدہ بن جراح ؓ کے ساتھ جا کر مل جائیں۔ جب وہ علاقہ خالی کرنے لگے تو انہوں نے لوگوں سے کہا کہ ہم نے آپ کے علاقہ میں امن و امان قائم کرنے، زندگی کو معمول پر لانے کے صلے میں جو آپ سے جزیہ لیا ہوا تھا، ہم علاقہ خالی کر رہے ہیں لہٰذا آپ کا ٹیکس آپ کو واپس کرتے ہیں۔ وہ لوگ ان کی منتیں کرنے لگے کہ آپ ہمارا علاقہ نہ چھوڑیں کیونکہ جتنا عرصہ آپ نے گزارا ہم نے دیکھا کہ ہمارے مال اور ہماری جانیں آپ لوگوں کے ہاتھوں میں ہمارے فرمانراواؤں سے زیادہ محفوظ تھیں۔

اس وقت آپ چترال کے پہاڑوں پر جائیں، گلگت کے پہاڑوں پر جائیں، جہاں کا آدمی کوئی زبان نہیں سمجھتا ہے لیکن وہ ''**لا الہ الا اللّٰہ محمد الرسول اللّٰہ**'' پڑھ رہا ہے، اس کے پاس دین ہے۔ مختلف جگہوں پر میں گیا ہوں، وہاں کے آدمی کو کوئی زبان سمجھ نہیں آتی، لیکن وہ کلمہ پڑھ رہا ہے وہ ایمان پر ہے تو یہی تو توحید کی حقانیت کی دلیل ہے۔ حق جب پھیلتا ہے اس کو لوگ دلوں سے قبول کرتے ہیں اس پر جان دینے کو تیار ہوتے ہیں۔ تو آج تیرے ہاتھ میں حق ہے

،حق تیرے پاس ہے لیکن تو اس کا نمائندہ نہیں۔ باپ کی جائیداد میراث تیرے پاس پڑی ہوئی ہے لیکن تو اس سے کچھ فائدہ نہیں لے سکتا۔ لہٰذا آج زمین خالی ہے اور کفر دندناتا پھر رہا ہے اور سازشیں کرکے، بمباریاں کرکے، بارود پھینک کر، انسانوں کو خون میں نہلا کر اوران کے زندگیوں کو تباہ کررہا ہے۔ اس کے وسائل انسانوں کی خدمت کے لئے لگتے، بیماروں کے علاج کے لئے لگتے، بھوکوں کو کھانا کھلانے کے لئے لگتے، نہیں لگتے کیونکہ کفر کو اس کی توفیق ہی نہیں ہوسکتی ہے۔ کفر کی یہ خصوصیت ہے اور کفر کی یہ علامت ہے کہ اس کا پیسہ، اس کا اسلحہ یہ دنیا میں تباہی اور کشت وخون کے لئے لگا کرتا ہے اور لوگوں کے وسائل پر قبضہ کرنے کے لئے لگا کرتا ہے اور حق دین کی، اسلام کی علامت ہے کہ اس کا اسلحہ اور اس کا مال ودولت، یہ انسانیت کی خدمت کے لئے لگا کرتا ہے۔ امن و امان کے قائم کرنے کے لئے لگا کرتا ہے۔ اور انسانوں کے زندگیوں کو بنانے کے لئے لگا کرتا ہے۔ جس طرح خلفائے راشدین نے اس کو کرکے دکھایا ہے۔ کاش کہ میں اور تو اس بات کا نمائندہ بن جائیں تو آج بھی اللہ تعالیٰ اس زمین کو تیرے آگے سرنگوں کرنے کو تیار ہے۔

؎ آج بھی ہو جائے گر براہیم کا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا (اقبال)

؎ فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اُتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار بھی (اقبال)

یہی وجوہات تھیں کہ لوگوں نے صحابہؓ کی محبت میں اپنے مذہب بدلے، لباس بدلے، تہذیب وثقافت بدلی، یہاں تک کہ مادری زبان بدلی۔ جہاں زبانیں نہیں بدلیں تو ان زبانوں پر بھی اچھا خاصا اثر آیا۔ چنانچہ اردو، فارسی اور ترکی عربی کا پورا اثر لئے ہوئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اس بات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

☆☆☆☆☆☆☆

جناب حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب کا گرامی نامه

مخدوم ومکرم ومعظم زیدہ مجدکم۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

امید ہے مزاجِ گرامی بخیر ہوں گے۔

گراں قدر مؤقر جریدہ 'غزالی' موصول ہوا۔تمام مضامین شوق سے پڑھے۔آپ کو پڑھا بڑے شوق سے پڑھا، بہت نفع ہوا۔ ہر پرچہ اور آپ کی تحریریں شوق سے پڑھا کرتا ہوں۔

آپ کے مؤقر جریدہ 'غزالی' اپریل ۲۰۱۱ء میں ادارتی کالم میں تحریر ہے ''ایبٹ آباد کے کے واقعے سے یہ خطرات منڈلانے لگے ہیں کہ خدانخواستہ اس طرح ایک اور سندیسہ موجودہ لوگوں نے پاکستانی قوم کو سنایا اور ساتھ یہ بات ہوئی کہ کرنسی ساری ختم ہوگئی، جس طرح مشرقی پاکستان کے واقعے میں ہوگئی تھی، تو سب خود سوچ لیں۔اس لئے سارا سرمایہ ایک جگہ نہ لگائیں۔دور دراز دیہاتوں میں زراعتی زمین اور پناہ کی جگہ رکھیں۔اپنی آبائی زراعتی زمینوں کو ضائع نہ کریں۔ ہارڈ کرنسی ریال اور یورو میں بھی سرمایہ رکھیں۔کسی پسماندہ پُر امن ملک کی شہریت مل سکتی ہو تو اس کا بھی سوچنا چاہیئے۔''

مخدوما! پاکستان اپنی مقدس سرزمین ہے۔ہمیں بہر حال اس کی حفاظت کرنی ہے۔ نا اہل سیاستدان اور بے دین حکمران ناکام ہوں گے، امریکا اپنے تمام تر کمال کے باوجود زوال آشنا ہوگا۔ہم نے وطن کی آبیاری میں خون دیا، مدارس قائم کئے، مکاتب بنائے، جامعات بنائیں، مراکز قائم کئے اور گلی گلی میں دینی مدارس اور درس گاہوں کا جال بچھایا ہے۔ہمارا حوصلہ بلند ہے، ہم نے اپنے دینی مدارس اور مساجد ملک کے تحفظ کی قسم کھائی ہے۔جب تک تن بدن

میں دم ہے اور جسم میں خون ہے زندگی کے آخری لمحے تک ملک، قوم وملت اور مدارس کی حفاظت کرتے رہیں گے انشاء اللہ۔ ہمیں قوم کو بہر صورت یہ تعلیم دینی ہے کہ ہم نے اسلامی علوم و معارف اور مدارس کے تحفظ کے لئے ساری کشتیاں جلادی ہیں۔ جنابِ والا! اتنی مایوسی اور نا اُمیدی اور فرار اور بھاگنے کے لئے بے قرار ہونا علماء اور اولیاء کو زیب نہیں دیتا۔

شیخِ مکرم! ہم نے تو آپ کے ہاتھ میں ہاتھ دیا ہے، آپ کے دامن کو پکڑا ہے اور اب پاؤں پکڑ کر اور آپ کے پاؤں پر اپنی سفید داڑھی رکھ کر درخواست کرتے ہیں کہ خدارا اُمت کو بے آسرا نہ چھوڑیئے۔ ہمیں اپنے سایۂ ہدایت سے محروم نہ کیجئے اور ہمیں تنہا چھوڑ کر ہرگز کسی دوسرے ملک نہ جایئے۔

والسلام

عبدالقیوم حقانی

جواب:

حضرتِ والا! ادارے نے وہ تحریر اس لئے لکھی تھی کہ ناعاقبت اندیش حکمرانوں اور اداروں کو اس بات کا احساس ہو کہ ہمارے کرتوتوں کے نتیجے میں ہماری عوام کس حد تک سوچنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ اسلامی غیرت اور حب الوطنی کے تقاضے کے تحت یہی ردِعمل ہے جس کی آپ کے گرامی نامہ نے نشاندہی کی۔ اللہ کا شکر ہے کہ کچھ دردمند دل ہیں اور غیرت ابھی مری نہیں ہے۔

اگر سارے ہتھیار ڈال دیں میں نے اور آپ نے میدان نہیں چھوڑنا۔ اس ملک پر تب ہی کوئی آنچ آئے گی جب ہماری لاشوں کو ٹینک روند کر گزریں گے۔ ہمارے سامنے اسوۂ حسینیؓ ہے، سر نیزے کی نوک پر ہے اور بدن کو گھوڑے ٹاپوں سے روند رہے ہیں لیکن اپنے موقف سے ایک انچ بھی پیچھے نہیں ہوئے۔

؎ سر دادنہ داد دست در دستِ یزید
حقا کہ بنائے لا الہ ہست حسینؓ

جن دنوں روس افغانستان میں داخل ہوا ، ہماری پشاور یونیورسٹی کے کمیونسٹ (دہریے) پروفیسر برملا یہ کہہ رہے ہوتے تھے کہ روس آرہا ہے اور ہم انہیں ہار پہنانے کے لئے سرحد پر کھڑے ہوں گے۔ اُن دنوں بندہ تبلیغی جماعت کے ساتھ باقاعدگی اور انہماک کے ساتھ کام کیا کرتا تھا۔ اس لئے اُن کے اصولوں پر کاربند رہنے کی وجہ سے ان بحثوں میں نہیں الجھتا تھا۔ لیکن ان حضرات کی چخ چخ بک بک یہاں تک بڑھی کہ خیال ہوا کہ اگر جواب نہیں دیں گے تو ان کے حوصلے بڑھیں گے۔ ایک دن بندہ نے جواب میں کہا" بھئی کیا سنا رہے ہو؟ اگر روس آیا تو ہم تو سارے گھر کے افراد مرد، عورتیں، بچے ہاتھ میں بندوق، پستول، ڈنڈا، لکڑی، پتھر، ڈھیلا اُٹھائے ایک ہلہ بولیں گے اور اُن سے بھڑ جائیں گے یہاں تک کہ اپنے خون سے اپنی دھرتی کو رنگین کر کے جان جان آفرین کے سپرد کر دیں گے۔ پھر تم ہو گے، تمہاری عورتیں ہوں گی اور روسی ہوں گے۔ بس اتنا کہنا تھا کہ ان کے منہ بند ہو گئے۔

حضرتِ والا! زندگی کے چونسٹھ سال مکمل ہو گئے اور کتنا جئیں گے۔ یہ زندگی تو کسی مقصد پر لگ جائے تب ہی مفید ہے۔ بفضلہٖ تعالیٰ اس عمر میں بھی دو گوریلا کمانڈو سے گتھم گتھا ہونے کی ہمت پاتا ہوں۔ اللہ آزمائشوں سے محفوظ فرمائے لیکن وقت آنے پر کبھی پیٹھ نہیں پھیریں گے۔

؎ گریز داز صف ماہر کہ مردِ غوغا نیست
کسے کو کشتہ نہ شُد از قبیلۂ ما نیست

بندہ کی گزشتہ مہینے کی ساری جمعہ کی تقریریں اور ساری مجالس اسی شور و غوغا سے عبارت رہی ہیں۔

کلام کی وہ مقدار جو انتقام و تشفی کے لئے جائز ھے

(ابو حامد محمد الغزالیؒ کی تصنیف 'احیاء العلوم' سے انتخاب)

ظلم کے بدلے ظلم کرنا جائز نہیں ہے، نہ برائی کا بدلہ برائی سے دینا جائز ہے، مثلاً اگر کسی شخص نے تمہاری غیبت کی ہے تو یہ ہرگز جائز نہیں ہے کہ تم بھی غیبت کر کے اس کا بدلہ لو۔ اسی طرح تجسس کا تجسس سے، گالی کا گالی سے جواب دینا بھی جائز نہیں۔ تمام معاصی کا یہی حکم ہے، البتہ قصاص اور تاوان جائز ہے، لیکن اسی قدر جس کی شریعت نے اجازت دی ہے اور فقہ کی کتابوں میں ہم نے اس کی وضاحت بھی کی ہے۔ برائی کا جواب برائی سے دینے کی ممانعت اس حدیث میں وارد ہے، رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

''ان مرؤ عیرک بما فیک فلا تعیرہ بما فیہ '' (احمد جابر ابن مسلمؓ)

ترجمہ: اگر کوئی تجھے تیرے کسی عیب سے عار دلائے تو تو اس کے کسی عیب سے عار مت دلا۔ ایک حدیث میں ہے:

'' المتسابان شیطانان یتھاتران ''

ترجمہ: دونوں گالی دینے والے شیطان ہیں کہ ایک دوسرے پر جھوٹ بکتے ہیں۔

ایک شخص نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو برا بھلا کہا، آپ خاموش رہے، جب وہ چپ ہوا تو آپؓ نے انتقام کے طور پر کچھ کہنے کا ارادہ کیا، آنحضرت ﷺ کو یہ جوابی کاروائی پسند نہیں آئی اور آپ اٹھ کر چل دئے۔ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا یارسول اللہ! جب وہ شخص مجھے برا کہہ رہا تھا آپ خاموش تھے اور جب میں نے کچھ کہنا چاہا تو آپ اٹھ کھڑے ہوئے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''لان الملک کان یجیب عنک فلما تکلمت ذھب الملک وجاء الشیطان فلم اکن لا جلس فی مجلس فیہ الشیطان ''(ابوداؤد، ابوہریرہؓ)

ترجمہ: اس لئے کہ فرشتہ تمہاری طرف سے جواب دے رہا تھا، جب تم نے بولنا شروع کیا تو فرشتہ چلا گیا اور شیطان آ گیا، میں ایسی مجلس میں نہیں بیٹھ سکتا جس میں شیطان موجود ہو۔

بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ جواب میں وہ بات کہنا جائز ہے جس میں جھوٹ شامل نہ ہو۔ حدیث میں احتیاط کے خیال سے منع کیا گیا ہے، افضل یہی ہے کہ جواب سے احتراز کرے، کیا پتہ جوشِ انتقام میں کوئی غلط بات زبان سے نکل جائے، البتہ اس شرط کے ساتھ جواب دینے والا گنہگار نہ ہوگا۔ مثلاً وہ اس طرح کے الفاظ ہو سکتے ہیں، تم کون ہو؟ کیا تم فلاں شخص کی اولاد نہیں ہو؟ جیسا کہ حضرت سعد ؓ نے حضرت عبداللہ ابن مسعود ؓ سے کہا تھا کہ کیا تم بنو ہزیل میں سے نہیں ہو؟ انہوں نے جواب میں کہا تھا کہ کیا تم بنو امیہ میں سے نہیں ہو؟ احمق کہنا بھی درست ہے، کیونکہ مطرف کے بقول ہر شخص اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں احمق ہی ہے۔ یہ ہوسکتا ہے کہ کوئی شخص زیادہ احمق ہو اور کوئی کم۔ حضرت عبداللہ ابن عمر ؓ کی ایک طویل روایت میں یہ جملہ موجود ہے:

”حتیٰ تری الناس کلھم حمقی فی ذات اللّٰہ تعالیٰ“

ترجمہ: یہاں تک کہ تو لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی ذات میں احمق دیکھے۔

اسی طرح جاہل کہنا بھی درست ہے کیوں کہ شاید ہی کوئی آدمی ایسا ہو جس میں کسی طرح کی جہالت نہ پائی جاتی ہو اور جہالت کا یہ ثبوت کیا کم ہے کہ اس نے ایذاء پہنچائی ہے، بہرحال جاہل کہنا سچ بات سے ایذاء پہنچانا ہوگا۔ اسی طرح بداخلاق، بے شرم، عیب جو، اور عیب بین جیسے الفاظ بھی استعمال کئے جاسکتے ہیں، بشرطیکہ یہ باتیں اس میں موجود ہوں، اسی طرح یہ کہنا بھی صحیح ہے کہ اگر تم حیاء دار ہوتے تو ہرگز یہ بات نہ کرتے، یا یہ کہنا کہ تم اپنی اس حرکت سے میری نگاہوں میں ذلیل ہوگئے ہو، یا یہ کہنا کہ اللہ تمہیں رسوا کرے، تم سے میرا انتقام لے۔ چغلی غیبت، جھوٹ اور گالی بالاتفاق حرام ہیں۔ چنانچہ روایت ہے کہ حضرت خالد ابن ولید ؓ اور حضرت سعد ؓ کے درمیان کسی بات پر جھگڑا چل رہا تھا، ایک شخص نے حضرت سعد ؓ کے سامنے حضرت خالد ؓ کی برائی کی، آپ نے اسے روک دیا۔ اور فرمایا جھگڑا ابھی ہمارے دین پر اثر انداز نہیں ہوا ہے۔ یعنی ابھی یہ حالت نہیں ہوئی ہے کہ ہم ایک دوسرے کی برائی کر کے گناہ گار ہوں۔ اس سے معلوم ہوا کہ برائی کرنا تو کیا برائی سننا بھی ٹھیک نہیں ہے۔

اس امر کی دلیل کہ انتقام میں ایسی بات کہنا جو جھوٹ اور حرام نہ ہو جائز ہے۔ حضرت عائشہ ؓ

کی یہ روایت ہے کہ تمام ازواج مطہراتؓ نے حضرت فاطمہؓ کو آپ کی خدمت میں بھیجا، وہ حاضر ہوئیں، اورعرض کیا: یارسول اللہ! مجھے آپ کی ازواج نے یہ درخواست لے کر بھیجا ہے کہ بنت ابی قحافہ (عائشہؓ) کو بھی ہمارے برابر سمجھیں، آنحضرت ﷺ اس وقت آرام فرمارہے تھے، آپ نے حضرت فاطمہؓ سے پوچھا: بیٹی کیا تم بھی اسے چاہوگی جسے میں چاہتا ہوں؟ انہوں نے عرض کیا: جی ہاں! یارسول اللہ آپ نے فرمایا: تم عائشہؓ سے محبت کرو۔ وہ ازواج مطہرات کے پاس واپس آئیں اور واقعہ بیان کیا، ازواج مطہرات نے کہا تم نے تو کچھ بھی نہ کیا، اس کے بعد حضرت زینب بنت جحشؓ کو بھیجا گیا، عائشہؓ فرماتی ہیں کہ زینب محبت میں میری برابری کی دعویدار تھیں، وہ آئیں اور کہنے لگیں ابوبکر کی بیٹی ایسی ہے، ابوبکر کی ویسی ہے، میں خاموش سنتی رہی اور آنحضرت ﷺ کی اجازت کی منتظر رہی، چنانچہ آپ نے مجھے بھی اجازت دی اور میں نے انہیں خوب سنایا یہاں تک کہ میرتالو خشک ہوگیا، آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: دیکھ لیا ابوبکر کی بیٹی کو، تم کلام میں اس کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔ (مسلم) حضرت عائشہؓ نے جواب میں گالی نہیں دی تھی، بلکہ جو بات سچی تھی وہی کہی تھی اور حق کے ساتھ مقابلہ کیا تھا، ارشاد نبوی ہے:

"المتسابان ماقالا فعلی البادی منهما حتیٰ یعتدی المظلوم"

ترجمہ: آپس میں گالی دینے والے دو آدمی جو کچھ بھی کہیں وہ ان میں سے شروع کرنیوالے پر ہے یہاں تک کہ مظلوم حد سے نہ بڑھ جائے۔

اس سے ثابت ہوکہ مظلوم کو انتقام لینے کا حق حاصل ہے، بشرطیکہ وہ حد سے تجاوز نہ کرے بہرحال اکابرین سلف نے اتنی ہی مقدار میں ایذاء پہنچانے کی اجازت دی ہے جتنی اسے پہنچی ہو، لیکن اس میں بھی ترک کرنا افضل ہے، اس لئے کہ زیادتی کا امکان ہے اور قدرِ واجب پر اکتفاء کرنا ناممکن نظر آتا ہے، ہمارے خیال میں جواب شروع کرنے سے بہتر اصل جواب سے خاموش رہنا ہے کیوں کہ اس سلسلے میں حدودشرع سے واقف ہونا ہر کسی کے بس کی بات نہیں ہے۔

ملفوظاتِ شیخ ﴿ڈاکٹر فدا محمد دامت برکاتہٗ﴾ (قسط۔۳۴)

(ظہور الٰہی فاروقی صاحب)

ہم لوگ اسلام کو تو مانتے ھیں لیکن اسلام کی نھیں مانتے:

فرمایا کہ کسی گھرانے کے بزرگ کی اگر محلے میں کوئی بے عزتی کردے تو تمام خاندان اُس شخص کے مقابلے میں آجاتا ہے کہ اس نے ہمارے دادا یا نانا کی بے عزتی کی ہے۔ لیکن یہی دادا یا نانا جب گھر میں کسی کام سے منع کرتا ہے یا کسی کام کا حکم کرتا ہے تو گھر میں اس کی کوئی نہیں سنتا اور نہ ہی اس کا کوئی حکم مانتا ہے۔ ہم اس شخص کو دادا یا نانا تو مانتے ہیں لیکن دادا یا نانا کی....نہیں مانتے۔ آج مسلمان جو تمام دُنیا میں خوار ہو رہا ہے تو وہ بھی اسی وجہ سے کہ ہم لوگ اسلام کو تو مانتے ہیں لیکن اسلام کی...نہیں مانتے۔

نیم حکیم خطرہ ٔجان، نیم ملا خطرۂ ایمان:

فرمایا کہ معالجے کے بارے میں بھی یہ ہے کہ ''نیم حکیم خطرۂ جان''۔ اگر آپ نے ماہر سے علاج کرایا جو اس فن کو جانتا تھا اور آپ کو نقصان ہو گیا تو بھی آپ گنہگار نہیں ہیں۔ باوجود توفیق کے علاج نہیں کرایا تو آپ نے اپنے نفس کو اذیت دینے کا گناہ کیا۔ حکیم الامت، مجدد الملت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی آدمی نے مجلس میں پوچھا کہ حضرت! علاج فلانا حکیم بھی کرتا ہے اور فلانا پنساری بھی کرتا ہے۔ پنساری اس کو کہتے ہیں جو صرف جڑی بوٹیاں رکھتا ہے، ان کی خرید و فروخت کا دُکاندار ہو کہ جڑی بوٹی پہچانتا ہے۔ باقی بیماری کی ماہیت، تشخیص اور اس کا علاج اس کو نہیں آتا۔ کچھ پنساری ایسے ہوتے ہیں جو نسخے سن سن کے علاج بھی شروع کردیتے ہیں۔ کئی آدمی حکیم کے بھی ٹھیک ہو جاتے ہیں اور پنساری کے بھی ٹھیک ہو جاتے ہیں۔ بعضے آدمی حکیم کے بھی مرجاتے ہیں اور پنساری کے بھی مرجاتے ہیں تو فرق کیا ہوا؟ اُنہوں نے کہا بڑا فرق ہے، حکیم جو علاج کرتا ہے تو اس سے آدمی مر بھی جائے تو خدا کے نزدیک گنہگار نہیں ہے، کیونکہ علم کا ماہر ہے، احتیاط بھی کرتا ہے اور پورے طریقے سے علاج کرتا ہے، پنساری

سے آدمی مرے گا تو یہ گنہگار ہوگا خدا کے نزدیک کیونکہ یہ فن کا ماہر نہیں ہے۔اس سے اکثر خطا ہوسکتی ہے،اس خطا کے نتیجے میں اس کی پکڑ ہوگی،تو نیم حکیم تو خطرۂ جان ہے۔ہمارے لیے اس سے زیادہ خطرے کی بات ہے،ہم جو مولوی ہیں اور دِین والے ہیں ہمارے لیے اس سے زیادہ خطرے کی بات ہے کیونکہ نیم ملا خطرۂ جان نہیں بلکہ نیم ملا خطرۂ ایمان ہے۔

ایک بڑا عجیب لطیفہ سناؤں،میں حضرت مولانا اشرف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا کہ ہمارے چارسدہ کے علاقے کے بہت بڑے عالم تشریف لائے، اُنہوں نے کہا کہ مولانا صاحب کدھر ہیں؟ بتایا کہ مولانا صاحب تو نکاح پڑھنے کے لیے گئے ہوئے ہیں،اُنہوں نے کہا یہ کوئی اتنا مشکل کام ہوتا نہیں ہے اور علماء کا وقت ضائع کرتے ہیں۔ہم مدرسے سے اُن کی ملاقات کے لیے آئے ہیں اور وہ نکاح پڑھنے کے لیے گئے ہیں۔میں نے کہا کہ اُن کے آنے میں تھوڑی سی دیر ہے،ہم اُن کے آنے تک تھوڑی سی بات کرلیتے ہیں۔میں نے کہا یہ اہلِ علم ہیں ان کے سامنے میں علم کی بات تو کر نہیں سکتا،ان کو میں نے ایک واقعہ سنایا۔میں نے کہا دو مہینے پہلے شہر میں نکاح ہوا ہے اور نکاح کی رُوداد یہ ہے کہ دو بھائی تھے،ایک بھائی کی شادی ہوئی اور دوسرا بھائی چار مہینے کے لیے گیا،وہ چار مہینے گزار کے گھر آیا۔گھر پر بھائی کے بیوی کے ساتھ مسلسل جھگڑے۔آخر گھر والوں کا فیصلہ ہوا کہ اس کو طلاق دلائی جائے اور چھوٹے کے ساتھ اس کا نکاح کردیں،چھوٹے کو تیار کرلیا۔اُستاد جی کو بلایا گیا کہ اُستاد جی یہ حالات ہیں اُستاد جی ماشاءَ اللّٰہ دس سورتوں کے امام تھے،اس نے بڑے کو کہا کہ کہو تین شرطیں طلاق،اُس نے کہا ایک دو تین،تین پتھر گرائے اور طلاق دے دی۔اُستاد جی نے بسم اللہ کر کے یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَۃٍ وَّخَلَقَ مِنْھَا زَوْجَھَا وَبَثَّ مِنْھُمَا رِجَالًا کَثِیْرًا وَّنِسَآءً (سورۃ النسآء:۱) پڑھ کر ماشاء اللّٰہ دوسرے بھائی کے ساتھ نکاح کرلیا۔اب دوسری شادی شروع ہوگئی،ایک مہینہ،دو مہینے بعد اس لڑکے کو کسی نے کہا کہ شادی کیسی

ہوگئی؟ اُس نے کہا کہ بڑے بھائی نے تین پتھر گرائے اور میرا نکاح ہوگیا۔ اُس نے کہا: اے اللہ کے بندے! طلاق کے بعد تو عدت ہوتی ہے اُس کے بعد نکاح ہوتا ہے اور تمہارا یہ نکاح تو ہوا ہی نہیں ہے۔ چار مہینے لگائے ہوئے تھے اُس کی ایمانی سطح بڑھی ہوئی تھی، اُس کا سر چکرایا اور پریشان ہوکر ہمارے مولانا صاحبؒ کے پاس آیا اور قصہ عرض کیا۔ حضرت مولانا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یہ عادتِ مبارکہ تھی کہ موٹے موٹے مسئلے تو بتادیتے تھے اور مسئلہ تھوڑا سا بھی پیچیدہ ہوتا تو مفتی کے پاس بھیج دیتے تھے اور یہ اُن کا اُصول تھا کہ فتویٰ زبانی نہیں بلکہ استفتاء تحریری لکھ کر دیا جائے اور فتویٰ تحریری لیا جائے۔ تو حضرت مولانا صاحبؒ نے اُن کی بات لکھ کر اُن کو دی کہ آپ مفتی عبداللطیف صاحب کے پاس چلے جائیں اور اُن سے فتویٰ لے لیں۔ اُنہوں نے فتویٰ دیا اور وہ فتویٰ مجھے اب بھی یاد ہے کہ یہ دو عدتیں اکٹھی ہوگئیں ہیں۔ بحرحال دونوں عدتیں آپس میں ایک دوسرے کے اُوپر ہوں گی، یعنی اکٹھی چلیں گی تو جس کا زیادہ وقت ہے اُس وقت پر جا کر یہ عدت ختم ہوجائے گی اس کے بعد ان کا نکاح ہوگا۔ وہ مولانا صاحب جو آیا تھا اُس سے میں نے کہا کہ نکاح اگرچہ معمولی بات ہے لیکن اس کے لیے بھی اگر آدمی کو اچھا عالم مل جائے تو اُس کی موجودگی میں دوسرے سے نہیں کرانا چاہیے۔ جس طرح آدمی کوشش کرتا ہے کہ اگر سپیشلسٹ ڈاکٹر موجود ہو تو عام ڈاکٹر سے علاج نہیں کراتا۔ نکاح میں بھی یہ ہے کہ اس میں بعد میں پیچیدگیاں آسکتی ہیں۔ رضاع کے عجیب مسئلے پیش آسکتے ہیں، اگر آدمی کا علم صحیح نہ ہو تو فیصلہ کرنا اُس کے بس سے باہر ہے اتنی اس میں پیچیدگیاں ہیں، اتنی اس میں باریکیاں ہیں اور اتنے اس میں مسئلے کی شاخوں کی شاخیں نکلتی ہیں۔ رضاع کے مسئلوں کو جو لوگ پڑھتے ہیں اُن کو پتہ ہے کہ آدمی کا سر چکرا جاتا ہے۔ بعض اوقات کاغذ پر نقشہ بنا کر پھر آدمی مسئلہ کو بیان کرسکتا ہے اتنا مشکل ہوجاتا ہے۔ تو عرض یہ تھی کہ نیم حکیم خطرۂ جان اور ہماری طرح نیم ملا خطرۂ ایمان۔

سماع کی تعریف:

فرمایا کہ مجھ سے ایک آدمی پوچھ رہا تھا کہ ڈاکٹر صاحب سنا ہے کہ نظام الدین اولیاء

رحمۃ اللہ علیہ نے شادی نہیں کی تھی، میں نے کہا کہ نہیں کی تھی۔ تو وقت کیسے گزرتا تھا شادی کے بغیر؟ سبُحان اللہ، ہمارا سلسلہ چشتیہ ہے۔ سماع کا لفظ آپ لوگوں نے سنا ہوگا، سماع اشعار بولنے کو کہتے ہیں، ڈھول باجے کو نہیں کہتے۔ میں محققین صوفیاء کے پاس بیٹھا ہوا ہوں یہ ویسے ہی لوگوں نے مشہور کیا ہوا ہے۔ اشعار کا پڑھنا اسی کو سماع کہا گیا ہے۔ اشعار کی دو قسمیں ہوتی ہیں ایک میں عارفانہ کلام ہوتا ہے اور دوسرے وہ اشعار ہوتے ہیں جن میں محبتِ حقیقی کو مجاز کے لبادے میں بیان کیا جاتا ہے۔

ے کبھی اے حقیقتِ منتظر نظر آ لباسِ مجاز میں
کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں میری جبینِ نیاز میں (اقبال)

ے ہر چند ہو مشاہدۂ حق کی گفتگو
بنتی نہیں ہے بادہ وساغر کہے بغیر (غالب)

چنانچہ محبوب کے رُخسار، ہونٹوں اور زلفوں کی اصطلاحات میں تعلق مع اللہ کی کیفیات کو بیان کیا جاتا ہے۔ اس پر صوفیاء اعتراض کیا کرتے ہیں کہ ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ اس سماع میں بہت شدت کے جذبات آتے ہیں اور دو طرح کے جذبات آتے ہیں ایک قسم کے جذبات سے نفس برانگیختہ ہوتا ہے اور جذباتِ شہوانیہ اُبھرتے ہیں یہ بات نوجوانوں اور اُن سالکین کے ساتھ ہوتی ہے جنہیں فنائے نفس نصیب نہ ہوا ہو۔ فنا والوں کے جذباتِ شہوانیہ نہیں اُبھرتے لیکن محبتِ الٰہی کے جذبات اتنی شدت سے اُبھرتے ہیں کہ آدمی کی چیخیں نکلتی ہیں۔ تو اُس آدمی کے جواب میں بندہ نے کہا کہ برخوردار! جب اس طرح کے معاملات شروع ہو جائیں تو انسان ان احساسات اور جذبات میں ایسا محو ہو جاتا ہے اور اُس میں ایسا لطف نصیب ہو جاتا ہے کہ ایسی کشش دس شادیوں میں نہیں ہوتی بلکہ اللہ تعالیٰ کے تعلق والے ایک گروہ کا یہ حال ہوگا کہ وہ جنت کی ساری نعمتوں اور عطایا سے بالا کُل وقتی لقائے الٰہی کے مزے لوٹ رہا ہوگا اُنہیں حُور و قصور اپنی طرف متوجہ ہی نہیں

کر سکیں گے۔

جس کا عمل ہو بے غرض اُس کی جزا کچھ اور ہے
حُور وخیام سے گزر بادہ و جام سے گزر (اقبال)

حور وخیام سے بھی آگے بات ہے بادہ اور جام سے بھی آگے ایک بات ہے اور وہ لقا اور دیدارِ الٰہی دائمی کی ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کو دائمی اللہ تعالیٰ کا دھیان اور دائمی ذکر کی کیفیت حاصل ہوئی ہو، پاسِ انفساس (ذکر) جو ہم کراتے ہیں، یہ اگر پکا ہو جائے تو ان کو یہ بات حاصل ہو جاتی ہے۔

بندہ نے اس بات کو کالج میں بیان کیا تو طلباء ڈر کر پوچھنے لگے کہ ڈاکٹر صاحب! وہ ہفتہ ہفتہ والا دیدار بھی تو ہوگا۔ اُن کو ڈر ہو رہا تھا کہ سب کچھ فنا ہو کر حُور وخیام سے بھی آگے گزر گئے تو ہمارا کیا ہوگا۔ بندہ نے جواباً کہا کہ یہ بات تو گاہے گاہے کسی خوش نصیب کو نصیب ہوتی ہے۔ ہم اور آپ وہ ہستیاں نہیں ہیں کہ اس کو حاصل کر سکیں۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا (اقبال)

وہ چند ایک آدمی ہیں پوری تاریخِ اسلام میں، جنھوں نے اس بات کو چھوا ہے اور اس کو حاصل کیا ہے۔ تذکرۃ اولیاء میں ابرھیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کے حالات پڑھیں، سُبحان اللہ، عجیب وغریب حالات ہیں۔ حضرت علاؤالدین علی احمد صابر کلیری رحمۃ اللہ علیہ کے عجیب وغریب حالات ہیں۔ عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا اکوڑہ خٹک میں بیان ہوا ساری رات بیان ہوا، صبح کی اذانیں جب ہونے لگی تو اُنھوں نے آخر میں شعر پڑھا:

شبِ وصال بہت کم ہے آسماں سے کہو
کہ جوڑ دے کوئی ٹکڑا شبِ جدائی کا

حدیثِ عشق خوش بوداست

وشبلی خوش ترش گفت است

دراصل عشق ومحبت کی بات بھی اچھی ہے لیکن حضرت شبلیؒ نے اُسے بیان بھی بہت اچھی طرح کیا ہے۔

تو بھائی میرے جب تعلیم وتعلم مکمل ہو جائے اور اُس کے بعد آدمی تزکیہ کی ترتیب سے گزر جائے تو پھر شخصیت مکمل ہوتی ہے۔ جب کامل شخصیات اشاعتِ دین اور ہدایت کا کام کرتی ہیں تو اُس سے ہدایت پھیلتی ہے ورنہ آدمی مفادات کی نظر ہو جاتا ہے۔ ہماری کوششوں سے بجائے ہدایت کے فساد پھیل جاتا ہے۔ اُس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ شخصیت کامل نہیں ہوتی۔ یہ تُو اور میں جو پِٹ رہے ہیں اور تکلیفیں اُٹھا رہے ہیں..... یہ تو وہ خطائیں ہیں کہ ہم اُس طریقۂ زندگی پر نہیں ہیں، اُس ترتیب پر نہیں ہیں جس کو حضور ﷺ ہمارے لیے چھوڑ کر گئے ہیں۔

زندگی کے ہر شعبے میں آپ جہاد کی نیت کرسکتے ہیں:

فرمایا کہ میں تو اپنے کالج کے طلباء کو جہاد کی نیت کرواتا ہوں کالج کی تعلیم کے بارے میں، اور اس لیے کہ اُن کی یہ تعلیم اُمتِ مسلمہ کے لیے بہت مفید ہوگی اور اُمتِ مسلمہ کے کام آئے گی۔ علامہ شمس الحق افغانی رحمۃ اللہ علیہ کا پورا مقالہ ہے جس میں لکھا ہے کہ ڈاکیہ بھی جہاد کی نیت کرسکتا ہے کہ وہ خط صحیح طریقے سے تقسیم کرے گا تا کہ محاذ پر جو جنگ ہورہی ہے اُس کو فائدہ پہنچے اور اُس میں نقصان نہ آئے تو اُس ڈاکیہ کا بھی جہاد ہوگیا۔ زمیندار یہ نیت کرے کہ جو غلہ وہ پیدا کررہا ہے مجاہدین تک پہنچے گا مجاہدین کے کام آئے گا، یہ بھی جہاد میں شامل ہوگیا۔ کپڑے بُننے والا، کپڑے سینے والا سب نیت کرسکتے ہیں۔ میں طلباء سے کہا کرتا ہوں کہ جہاد کی نیت کرکے اس علم کو بھی حاصل کریں، یہ حلال روزی کا ذریعہ بنے گا، یہ اُمتِ مسلمہ کی خدمت کا ذریعہ بنے گا، یہ اُمتِ مسلمہ کے مجاہدین کو فائدہ پہنچائے گا۔ سبُحان اللہ، تو علم میں لگیں، خوب لگیں اور ایسے ماہر ہوں کہ لطف آجائے۔

(جاری ہے)

اھلِ نظر کی پرکھ

(ایم آئی ایس پبلشرز کی کتاب 'مختصر پُر اثر' سے ڈاکٹر محمد طارق صاحب کا انتخاب)

وہ گلی میں محل کے قریب ہی اپنے دوستوں کے ساتھ کھیل رہا تھا۔ایک بزرگ وہاں سے گزر رہے تھے۔ اُن کی نظر اس لڑکے پر پڑی تو رک گئے۔ انہوں نے لڑکے کو اشارے سے اپنے پاس بلایا۔غور سے اُسے دیکھنے لگے پھر بولے: ''بیٹا! تم اس ملک کے حکمران بنو گے۔حکمران بننے کے بعد کیا تم اس جگہ بناؤ گے جو ہمیشہ تمہاری یاد دلاتی رہے گی؟'' لڑکے نے بزرگ کی بات نہایت توجہ سے سنی، کہنے لگا'' کیوں نہیں، اگر میں حکمران بنا تو انشاء اللہ اس جگہ ایک شاندار اور خوبصورت مسجد بنواؤں گا۔'' یہ سن کر بزرگ بہت خوش ہوئے اور مسکراتے ہوئے وہاں سے چل دئے۔

وقت گزرتا رہا۔آخر اس ملک کا بادشاہ وفات پا گیا۔اس کے بعد وہی لڑکا، جواب کڑیل جوان بن چکا تھا،تخت کا وارث بنا۔اسے بزرگ سے کیا ہوا وعدہ یاد تھا۔ چنانچہ اس نے وعدے کے مطابق ایک شاندار، خوبصورت اور وسیع مسجد بنوائی۔اس مسجد کا نام مسجدِ اعلیٰ رکھا گیا۔اس مسجد میں پہلی امامت اس لڑکے نے خود کرائی۔

کیا آپ جانتے ہیں وہ لڑکا کون تھا؟ جی ہاں! وہ ٹیپو سلطان شہید تھے جو اپنے والد حیدر علی کی وفات کے بعد تخت پر بیٹھے تھے۔

اس ھستی کے بارے میں مولانا حسین احمد مدنیؒ کی رائے:

مؤرخِ اسلام کی نظر جوں ہی اس تصویر پر پڑی، وہ دھک سے رہ گیا۔وہ اس تصویر کو پہلے بھی دیکھ چکا تھا لیکن اب اس میں تبدیلی کر دی گئی تھی۔تصویر کی اصلیت کو چھپا دیا گیا تھا۔بدلی ہوئی تصویر دیکھ کر اس کے ذہن میں ہلچل سی مچ گئی اور پھر جب وہ مجمع میں گیا تو اس نے تصویر کی حقیقت سے لوگوں کو آگاہ کرنے کا فیصلہ کر لیا۔وہ لوگوں سے مخاطب ہوا:

''لوگو! ۱۶۰۱ء ہندوستان میں انگریز داخل ہوا۔وہ تجارت کے بہانے یہاں آیا

اور آہستہ آہستہ اس نے پورے ہندوستان پر قبضہ کر لیا۔ ۱۷۳۹ء میں شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ، شاہ ولی اللہ رحمہٗ اللہ کے گھر پیدا ہوئے۔ یہ وہی شاہ عبدالعزیز تھے جنھوں نے ۱۷۶۲ء میں ہندوستان کی تاریخ میں سب سے پہلے انگریزوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ جاری کیا۔

اس فتویٰ کی روشنی میں ۱۷۶۲ء میں وہ میدان میں آتا ہے جس کی تصویر آپ دیکھ رہے ہیں۔ اپنے وقت کا وہ قطب میسور کے میدان میں انگریزوں کے خلاف ڈٹ جاتا ہے۔ وہ کون تھا؟ مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ اپنے وقت کا ولی تھا۔ اتنا بڑا ولی کہ آپ سوچ بھی نہیں سکتے۔ اپنے دور کے ولی کی تصویر آج آپ دیکھ رہے ہیں۔ لعنت ہو ان پر جنھوں نے اس ولی اللہ کی تصویر کو غلط رنگ میں پیش کیا ہے۔ آپ اس کی تصویر بغیر ڈاڑھی کے دیکھتے ہیں۔ ارے اس نے تو ساری زندگی ڈاڑھی پر استرا نہیں پھروایا۔ تصویر ڈاڑھی کے بغیر بھلا کیسے ہوسکتی ہے۔ وہ تہجد گزار تھا، اللہ کی عبادت کرنے والا تھا۔ اس نے میسور کی جامع مسجد بنوائی اور اعلان کیا کہ اس مسجد میں وہ آدمی جماعت کرائے جو صاحب ترتیب ہو یعنی کوئی ایسا شخص جس کی کبھی پانچ نمازیں اکٹھی قضا نہ ہوئی ہوں۔ اس کی بات سن کر کوئی شخص آگے نہ بڑھا۔ یہ دیکھ کر وہ خود آگے آیا اور کہنے لگا جب سے میں بالغ ہوا ہوں آج تک میری پانچ نمازیں اکٹھی قضا نہیں ہوئیں۔ اتنا بڑا ولی تھا وہ۔ اس کے دشمنوں نے اس کے نام پر اپنے کتوں کے نام رکھے، تصویر سے اس کی ڈاڑھی کو صاف کرا دیا تاکہ لوگ یہ نہ کہیں کہ علماء اور مولویوں نے ہی انگریز کا مقابلہ کیا۔ لوگوں کو مولویوں سے بدظن کرنے کے لئے اس کے دشمنوں نے یہ ڈھونگ رچایا۔ کتنا بڑا ظلم کیا اس کے چہرے سے ڈاڑھی صاف کر کے۔ اللہ اپنے وقت کے ولی کا حلیہ بگاڑنے والوں کو تباہ و برباد کرے۔ اللہ تعالیٰ کی اُس پر رحمتیں ہوں۔''

کیا آپ جانتے ہیں وہ کون تھا؟ جی ہاں وہ ولی، وہ مجاہد، وہ قطب سلطان فتح علی خان ٹیپو تھا جس کی تصویر سے دشمنوں نے ڈاڑھی اُڑا کر اپنی خباثت کا ثبوت دیا ہے۔

ایک اقتباس

(ثاقب علی خان طاہر خیلی صاحب کا انتخاب)

اُس (قدرت اللہ شہاب) نے مجھ سے کہا دعا کریں کہ میں اپنا کام نبھا سکوں۔ میں نے ازراہِ مذاق کہا، دعا کیسے کرسکوں گا جب مجھے علم نہ ہو کہ مشکل کیا ہے۔ ایک معمولی سا دفتری معاملہ ہے، وہ بولا۔ آج کل کابینہ میں یہ مسئلہ زیرِ غور ہے کہ آیا پاکستان کو سیکولر حکومت بننا چاہیئے یا اسلامی جمہوریہ۔ کل کابینہ کی میٹنگ میں سینئر وزیر جناب منظور قادر نے ایک نہایت مدلل تقریر کی جس میں انہوں نے ثابت کیا کہ پاکستان کا سیکولر حکومت ہونا ہمارے لئے فائدہ مند رہے گا۔ اس تقریر کے بعد صدر ایوب نے تمام ارکانِ کابینہ سے پوچھا تو سب نے منظور قادر کی تجویز کی حمایت کردی۔ اگرچہ میں کابینہ کا رکن نہیں ہوں لیکن صدر ایوب کی عادت ہے کہ وہ میری رائے بھی پوچھتے ہیں۔ انہوں نے میری رائے دریافت کی تو میں نے کہا جناب منظور قادر کی دلیلیں بڑی معقول ہیں لیکن میں ان کا ہم خیال نہیں ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ پاکستان کو اسلامی جمہوریہ ہونا چاہیئے دینی نقطۂ نظر سے نہیں بلکہ دنیاوی نقطۂ نظر سے بھی اس میں ہمارا مفاد وابستہ ہے۔ اس پر صدر ایوب نے کہا کہ آپ اپنے دلائل پیش کریں۔ تو میں نے اُن سے کہا کہ جناب میں منظور قادر کی طرح قابل آدمی نہیں ہوں۔ جوابی تقریر نہیں کرسکتا۔ ہاں اگر آپ مہلت دیں تو میں لکھ کر ایک پیپر پیش کرسکتا ہوں۔ صدر ایوب نے میری بات مان لی، کل مجھے کابینہ میں وہ پیپر پیش کرنا ہے۔ پتہ نہیں میں کابینہ کو یقین دلاسکوں گا یا نہیں کہ پاکستان کا اسلامی جمہوریہ ہونا ضروری ہے۔

اگلے روز قدرت اللہ سے ملا تو وہ بہت خوش تھا میں نے کہا کیا ہوا؟ ہو گیا وہ بولا۔ کیسے؟ میں نے پوچھا۔ پتہ نہیں کیسے ہوا، وہ بولا، ہونے کا کوئی امکان نہ تھا، حیرت

ہے کہ کیسے ہوگیا۔آپ نے وہ پیپر لکھا تھا کیا؟ سارا دن لوگ آتے رہے، ایسے لوگ جنہیں ٹالا نہیں جاسکتا تھا۔رات کو ایک لفظ بھی نہ لکھا گیا۔پھر میں نے فیصلہ کرلیا کہ ساری رات بیٹھ کر لکھوں گا۔پھر بستر میں نے بیٹھا۔لاؤنج میں کارپٹ پر بیٹھ گیا اور لکھنے لگا۔صبح چار بجے مجھے عفت نے جگایا۔پتہ نہیں کیوں غیر از معمول میں لکھتے لکھتے سو گیا تھا۔صبح چار سے سات تک میں جلدی جلدی پیپر ختم کیا۔کابینہ میں نے جناب منظور قادر سے درخواست کی کہ ازراہِ کرم آپ یہ پیپر پڑھ دیں چونکہ میرے پڑنے کا انداز اچھا نہیں۔

منظور قادر نے وہ پیپر پڑھا۔صدر ایوب نے پوچھا کہ آپ کی کیا رائے ہے؟ انہوں نے کہا کہ قدرت اللہ شہاب کے ان دلائل نے میرا نکتہ نظر بدل دیا ہے، میں ان کے خیالات سے متفق ہوں لہٰذا پاکستان کو اسلامی جمہوریہ ہونا چاہئے۔ساری کابینہ نے میرے دلائل سے اتفاق کیا۔پتہ نہیں یہ کیسے ہوا۔

کیا آپ مذہبی نقطہ نظر کی وجہ سے اس خیال کے حامی ہیں؟ میں نے پوچھا۔

نہیں، وہ بولا، بالکل نہیں۔میرا ایمان ہے کہ دنیاوی نقطہ نظر سے بھی پاکستان کا اسلامی جمہوریہ ہونا ضروری ہے۔

اطلاع

آئندہ ماہانہ اجتماع انشاء اللہ ۹ تا ۱۲ جولائی چترال میں منعقد ہوگا۔۹ تاریخ کو فجر کی نماز کے بعد خانقاہ سے روانگی ہوگی۔ساتھی گاڑی میں سیٹ کے لئے اپنے نام الطاف صاحب کو لکھوا دیں۔جانے آنے کا کرایہ سولہ سو (۱۶۰۰) روپے ہے۔کھانا ادارے کی طرف سے ہوگا۔

03349124913

امریکا میں عید کی نماز

(پروفیسر غلام ربانی انور مروت صاحب)

یہ مضمون پروفیسر صاحب کی کتاب 'نقوشِ حیات' سے لیا گیا ہے۔

امریکہ میں شمسی نظام کے حساب سے روزے اور عید کی تاریخوں کو تعین ہوتا ہے۔ چنانچہ ۲۰ ستمبر ۲۰۰۹ء کو یہاں عیدِ سعید تھی۔ علی الصبح تمام فیملی ممبرز اُٹھے۔ ضروریات ونماز سے فارغ ہوئے۔ بچی نے ناشتہ تیار کیا، بچوں کو عید کے کپڑے پہنائے۔ میں اور اقبال خان تیار ہوئے۔ ساڑھے آٹھ بجے نمازِ عید کا اعلان کر دیا گیا تھا۔ ہم سات بجے موٹر میں بیٹھ کر Villanova Foundation Islamic Center کی بڑی مسجد کو روانہ ہوئے۔ انتظامیہ نے اس جگہ ''جمنیزیم ہال'' میں نمازِ عید کا بندوبست کیا تھا۔ ایک وسیع وعریض ہال کے ایک حصے میں بچوں اور خواتین کا انتظام تھا اور دوسرے میں مردوں کے لئے۔ دیکھتے ہی دیکھتے دنیا کے مختلف اسلامی ملکوں سے تعلق رکھنے والے مرد وخواتین اپنے ملکی اور علاقائی لباسوں میں ملبوس مختلف وضع قطع رنگ ونسل اور مختلف قومیتوں سے تعلق رکھنے والے ایک چھت کے نیچے تکبیرات کہتے ہوئے جمع تھے۔ اللہ اکبر اللہ اکبر کی فلک بوس صدائیں ہوا میں گونج رہی تھیں۔ ہال سے باہر مسجد کے ۲۵ ایکڑ رقبے میں سات سو موٹروں کی پارکنگ کا انتظام مکمل ہو چکا تھا۔ مسلم ینگ والنٹیرز جگہ جگہ کھڑے تھے۔ باہر کی ٹریفک امریکی ٹریفک پولیس والے سنبھال رہے تھے۔ نماز عید میں کئی ہزار لوگ موجود تھے۔ دنیا کے ہر ملک اور براعظم کے مسلمان بھانت بھانت کی بولیاں بولتے اور لباس پہنے ایک عجیب پُر سرور اپنائیت اور بھائی چارے کا احساس دلا رہے تھے۔ مذہب بھی عجیب چیز ہے کس طرح انسانوں کو جوڑ دیتا ہے۔

سابق صدر مشرف کی نماز عید میں شرکت:

مسجد کی پہلی صف میں انتظامیہ والے کسی کو بیٹھنے نہیں دے رہے تھے۔ پتہ چلا کہ پاکستان کے سابق صدر جنرل پرویز مشرف فلاڈلفیا شہر میں ڈاکٹر منظور چوہدری کے ہاں ٹھہرے ہوئے ہیں اور وہ یہاں عید کی نماز پڑھنے آئیں گے۔ اس لئے پہلی صف خالی چھوڑ رہے ہیں۔ شاید کچھ لوگوں کو پہلے سے پتہ تھا۔ متعین وقت پر صدر موصوف کرائے کی بڑی موٹر لیموزین جو یہاں ٹیکسی کے طور پر استعمال ہوتی ہے، میں اپنی بیگم کے ساتھ تشریف لایا۔ ساتھ پاکستانی کرکٹ ٹیم کے سابق چیئرمین ڈاکٹر نسیم اشرف اور ایک دو آدمی اور تھے۔ کچھ امریکہ کے سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ والے، کچھ بلیک واٹر اور سی آئی اے والے، جیو نیوز کا ایک کیمرہ مین اور صہبا مشرف جو مشرف کے ساتھ آنا چاہتی تھی لیکن مسجد کی انتظامیہ نے اسے خواتین کے سیکشن میں بھیجا۔ فاؤنڈیشن کے ڈائریکٹر ڈاکٹر مصطفیٰ صاحب جن کا تعلق مصر سے ہے نے خطبہ شروع کیا، نماز پڑھائی۔ میرا سینہ شکر سے لبریز تھا کہ ایک نئی اور اجنبی سرزمین پر رب ذوالجلال کے حضور سجدہ ریز ہوئے اور عبادت کی توفیق نصیب ہوئی۔ بائی چانس میں سابقہ صدر کے بالکل پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔ امام نے اعلان کیا کہ صدر مشرف تقریر کریں گے۔ سامعین میں کھلبلی مچ گئی اور ان میں کھسر پھسر شروع ہوگئی۔ میں نے دیکھا کہ صدر موصوف نے جیب سے اپنے ہاتھ سے سرخ بال پین سے لکھی ہوئی تقریر شروع کی۔ ابھی ایک دو منٹ ہوئے ہوں گے کہ ایک پاکستانی جوش و خروش سے اُٹھا اور سابق صدر مشرف کی طرف پہلی صف کو آنے لگا اور وہ یہ نعرے لگا رہا تھا کہ حساب دو، تم ظالم ہو، تم قاتل ہو وغیرہ وغیرہ۔ امریکی سپاہی نے اُسے آرام سے گیٹ سے باہر کیا۔ اس کے بعد عورتوں میں سے ایک پاکستانی عورت ہما ناصر خان نامی سامنے آئی اور چیخ چیخ کر بہت جذباتی انداز میں انگریزی میں پکارنے لگی۔

You are the worst president of

Pakistan, you betrayed Pakistan, you are a traitor, go and face your cases in Supreme Court of Pakistan.

(تم پاکستان کے بدترین صدر ہو، تم نے پاکستان کو دھوکہ دیا، تم غدار ہو، جاؤ اور پاکستان کی عدالتِ عالیہ میں اپنے خلاف مقدمات کا سامنا کرو۔)

کچھ اِدھراُدھر سے نعرے بازی ہونے لگی۔ صدر نے اپنی مختصر تقریر میں اپنے پرانے خیالات کا اظہار بڑے دھیمے اور مانوس لہجے میں کیا کہ دہشت گردی تباہ کُن ہے، جہاد کا Concept (تصور) بعض مجاہدین نے غلط استعمال کیا۔ دنیا کی مسلم امہ کو یک جہتی کا مظاہرہ کرنا چاہیئے تاکہ دنیا میں امن و سلامتی آئے وغیرہ۔ اس دوران ہال میں مختلف لوگ اُس کے فوٹو لیتے رہے کوئی کیمروں سے، کوئی سیل فون کے ذریعے سے۔ کچھ نے تقریر کے اختتام پر تالیاں بھی بجائیں۔ صدر نے زیرِ تعمیر مسجد کے لئے پانچ ہزار ڈالر کا اعلان بھی کیا لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ اُس نے یہ چندہ آج تک مسجد کو نہیں دیا۔ چونکہ میں ساتھ کھڑا تھا میں نے موقع مناسب سمجھا اور انگریزی میں کہا مسٹر پریزیڈنٹ عید مبارک۔ میں بغلگیر ہوا اور آہستہ سے مؤدبانہ انداز میں اس کے کان میں کہا کہ صدر صاحب آپ نے ناحق خون کیئے ہیں، موت کی سوداگری کی ہے، آپ کی باچھوں سے معصوم بچیوں کا خون ٹپک رہا ہے، آج کے اس مبارک دن اللہ تعالیٰ سے معافی مانگیں اور استغفار کریں۔ یہ سنتے ہی مجھے ناراض چہرے سے دیکھا اور دروازے کی طرف باہر چلا گیا۔ لیکن کیمرے کی آنکھ نے میرے اس عمل کو محفوظ کر لیا جو بعد میں پاکستان کے ARY چینل پر دکھایا گیا۔ بعد میں مسجد کی انتظامیہ سے سنا گیا کہ بعض من چلے پاکستانی نوجوانوں نے جوتا ماری کلچر کا ارادہ کیا لیکن انتظامیہ والوں نے انہیں سنبھال لیا۔ باہر کچھ لوگوں نے اُس سے مصافحہ کیا، حق میں نعرے بھی لگائے۔ اس طرح صدر صاحب رخصت ہو گئے۔ اس

کے بعد اسی مسجد میں عید کے دو اور خطبے اور نمازیں ادا کی گئیں اس لئے بہت سے مسلم کمیونیٹی کے لوگ پہلی نماز سے رہ گئے تھے۔

جب میں نماز عید سے گھر واپس آرہا تھا تو میرے دماغ میں بارہ سالہ دور کا دریچہ کھلا اور مجھے سابق صدر کے دور اقتدار کا ایک ایک واقعہ یاد آرہا تھا۔ صدر کی تقریروں کی آواز میرے کانوں میں گونج رہی تھی۔ جب اس نے اقتدار پر قبضہ کیا تو ایک جملہ کہا تھا کہ پاکستان پستیوں کی انتہا کو چھو چکا ہے۔ اب اس کے پاس سوائے ترقی کے اور کوئی راستہ نہیں۔ میں سوچتا رہا کہ کیا واقعی پرویز کے دور میں پاکستان نے ترقی کی یا پستی میں مزید نیچے کی جانب گامزن ہوا؟ اب پرویز ملک سے باہر امریکہ اور برطانیہ میں بیٹھا گزرے دنوں کو یاد کرتا ہے۔ اب اس میں اپنے خلاف دائر کئے گئے مقدمات کا سامنا کرنے کی جرأت نہیں۔ اس نے اپنے دورِ اقتدار میں اقتدار کے نشے میں فرعون بن کر جامعہ حفصہ (لال مسجد، اسلام آباد) کی معصوم اور بے گناہ بچیوں کو تڑپا تڑپا کر قتل کروایا، باجوڑ میں ننھے منھے بچوں کے مدرسہ پر بمباری کر کے انہیں موت کے گھاٹ اُتارا۔ کتنے بے گناہ پاکستانیوں کو بدنامِ زمانہ امریکی جیل ''گوانتانا موبے'' میں امریکہ کے حوالے کیا۔ ڈاکٹر عافیہ صدیقی کو امریکہ کے حوالے کر کے اپنے آپ کو امریکہ کا وفادار ثابت کرنے کے لئے اس کی آہیں اور سسکیاں لیں جو ابھی تک امریکہ کی تحویل میں ہے اور اب اسے ۸۶ سال کی عمر قید کی سزا سنائی جا چکی ہے۔

کیا میرے ظالم کہنے سے وہ استغفار کرے گا؟ ندامت محسوس کرے گا، کیا اسے یہ احساس ہوگا کہ ایک باحیا پاکستانی معاشرے کو ترقی پسندی کے خنجر سے ادھیڑ کر رکھ دیا اور ایک بہادر فوج کو کرائے کی جنگ میں جھونک کر امریکہ کی خوشنودی کی خاطر لڑوا دیا اور معلوم نہیں کتنے بے گناہوں کا ناحق خون اس کی گردن پر ہے۔ کیا اسے ظالم کہنے،

جوتے مارنے یا امریکہ کی ایک محدود مسلم کمیونیٹی کے مسجد میں آوازیں کسنے یا اس کے خلاف نعرے بازی کرنے سے یہ ان گناہوں کا حساب دے سکے گا؟ ہرگز نہیں۔

اب بالآخر ڈکٹیٹر پرویز مشرف کی سیاسی بلی تھیلے سے باہر آگئی ہے اور وہ میڈ اِن لندن، آل پاکستان مسلم لیگ کا ٹائٹل لگا کر سیاستدانوں کی صف میں شامل ہو گیا ہے۔ الطاف حسین کی طرح پاکستان سے باہر سیاسی پناہ کے ہالہ میں لندن سے تقریریں کر رہا ہے۔ سابق صدر پرویز مشرف نے اپنے دورِ اقتدار میں این آر او جاری کر دیا تھا اور پاکستان میں نیب کی جانب سے ۱۲ اکتوبر ۱۹۹۹ء سے پہلے شروع کئے گئے کرپشن کے تمام مقدمات ختم کر دئے گئے تھے۔ اب اس کا اعتراف کر کے قوم سے معافیاں مانگ رہا ہے۔ اس سے پاکستان کو بہت نقصان پہنچا۔ کمر توڑ مہنگائی، بے روزگاری، ہوش ربا دہشت گردی، ڈرون حملے، اس کے پاکستان کے لئے تحفے تھے۔

نوٹ:

اس بے وقوف، بزدل، مفاد پرست ڈکٹیٹر کو مونچھ سے پکڑ کر پاکستان سے باہر نکالنے کے کارنامے پر پوری قوم جناب افتخار چوہدری کی شکر گزار ہے جس کو اس نے بلایا اور باوردی جرنیلوں کی موجودگی میں استعفیٰ دینے کو کہا۔ یہ مردِ درویش اور مردِ فقیر جب اس کے آگے ڈٹ گیا تو اس بزدل ڈکٹیٹر کو پتہ چلا کہ اسلحے کا کتنا زور ہوتا ہے اور آئین کا کتنا زور ہوتا ہے، اسلحے کا کتنا دبدبہ ہوتا ہے اور عدلیہ کی کتنی مضبوط گرفت ہوتی ہے۔

؎ دارا و سکندر سے وہ مردِ فقیر اولیٰ
ہو جس کی فقیری میں بوئے اسد اللّٰہی

(ادارہ)

بہت بڑا معرکہ

(آئی ایم ایس پبلیکیشنز کی کتاب مختصر پُر اثر سے انتخاب)

ذو الفقار علی بھٹو پاکستان کو دو باتوں کا مغالطہ لگ گیا اور وہ اسی ادھیڑ بُن میں رہے کہ قادیانی اچھے بھلے مسلمان ہیں انہیں کافر کیوں قرار دیا جائے۔ قادیانیوں کی اتنی بڑی منظّم جماعت ہے ان کے اپس اسمبلی میں اپنے دفاع کے لئے بہت مواد ہوگا۔ اس نے اسی غلط فہمی کی وجہ سے مرزا ناصر احمد کو اسمبلی میں مسلمانوں کے سوالوں کے جوابات دینے کی دعوت دی اور کہا کہ آؤ مسلمانوں کے سوالوں کے جواب دو خوب تیاری کر کے تاکہ کسی کے دل میں کوئی حسرت باقی نہ رہے۔ یہ مسلمانوں کے لئے بہت ہی اچھا ہوا۔ مجلس تحفظ ختم نبوت کے دفتر میں حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے ڈیرہ لگایا۔ مولانا اللہ وسایا، مولانا عبد الرحیم اشعرؒ، فاتحِ قادیان مولانا محمد حیاتؒ، مولانا محمد شریف جالندھریؒ اور قونی اسمبلی کے رکن اور جمعیت علماء اسلام کے ناظمِ اعلیٰ مولانا مفتی محمود صاحبؒ بھی دفتر سے وابستہ ہو گئے۔ مولانا مفتی محمود صاحبؒ کو جماعت کی طرف سے قومی اسمبلی میں نمائندہ مقرر کر دیا گیا۔ صبح سے شام تک آنجہانی مرزا غلام احمد کی کتابیں سامنے رکھ کر حوالوں پر نشان لگائے جاتے اور کیس تیار ہوتا رہتا جو مولانا مفتی محمود صاحبؒ کے حوالے کر دیے جاتے۔ مقررہ روز مرزا ناصر قومی اسمبلی میں داخل ہوا تو بھٹو نے وزیرِ قانون عبد الحفیظ پیرزادہ کی طرف دیکھ کر کہا، ''دیکھو! کیسا بزرگ آدمی ہے، اس کی اتنی اچھی داڑھی اور نورانی چہرہ ہے، حیرت ہے آپ اس کو کافر کہتے ہیں۔''

مولانا مفتی محمود صاحبؒ نے اسمبلی میں اپنا کیس پیش کیا۔ سوال جواب کا سلسلہ شروع ہو گیا تو مولانا مفتی محمود صاحبؒ آنجہانی مرزا قادیانی کی کتابوں کے حوالے پڑھتے گئے۔ اس وقت قومی اسمبلی کے تمام ارکان مولانا مفتی محمود صاحبؒ کی طرف ٹکٹکی باندھ کر دیکھ رہے تھے اور سبھی ہمہ تن گوش تھے۔ مولانا مفتی محمود صاحبؒ فرمانے لگے، ''بھائی میں اپنی طرف سے کچھ نہیں کہہ رہا تھا، یہ مرزا صاحب کی کتابیں پڑی ہیں جن کو شک ہے آکر دیکھ لیں اور مرزا ناصر اسمبلی میں موجود ہے یہ میرے کسی حوالے کو جھٹلائے تو میں مان لوں گا۔''

مرزا ناصر خاموش تھا اور پانی پیے جا رہا تھا۔ وہ پسینے میں شرابور ہو چکا تھا اور بار بار اپنا پسینہ صاف کیے جا رہا تھا۔ اس طرح کئی روز بحث چلتی رہی۔ مولانا مفتی محمود صاحبؒ مقدمہ لڑتے رہے۔ مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ نے دفتر میں مصلیٰ بچھا لیا تھا اور ہر وقت دعاؤں میں لگے رہتے۔ ''اے اللہ پاک! اپنے محبوب ﷺ کے صدقے اپنے محبوب کی عزت کی حفاظت فرما اور مسلمانوں کو اس فتنہ سے نجات دے۔'' اس اللہ کے بندے کی دعائیں لگا تار عرش تک پہنچ رہی تھیں۔

ایک روز مولانا مفتی محمود صاحبؒ نے بھٹو کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

''یہ مرزا غلام احمد قادیانی کی کتاب ہے جس میں لکھا ہے، 'مجھے نہ ماننے والے (نعوذ باللہ) کتیوں اور سورنیوں کی اولاد ہیں۔ ان کی عورتیں جنگلوں کی سورنیاں ہیں اور یہ خود ولد الحرام ہیں۔' آپ مرزا ناصر سے پوچھیے یہ عبارت غلط ہے؟''

بھٹو صاحب نے مرزا ناصر سے پوچھا ''کیا یہ عبارت ٹھیک ہے۔''

وہ بولا: ہاں۔

''تم بھی اسے مانتے ہو؟''

جواب دیا: ''ہاں۔''

مولانا مفتی محمود صاحبؒ فرمایا کرتے تھے، اس وقت مرزا ناصر بار بار پسینہ صاف کر رہا تھا اور ساتھ ساتھ پانی بھی پیے جا رہا تھا۔ بھٹو نے پیرزادہ عبدالحفیظ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا: ''بہت بے ایمان ہے، ہمیں صاف گالیاں دی جا رہی ہیں۔'' پھر بحث ہوئی تو مولانا مفتی محمود صاحبؒ نے فرمایا: ''اب باقی کیا رہ گیا ہے، دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو گیا ہے۔''

اس طرح مرزا ناصر کو بری طرح شکست ہوئی اور پوری اسمبلی کے سامنے اس نے مولانا مفتی محمود صاحبؒ کے کسی سوال کا جواب نہیں دیا۔ مولانا مفتی محمود صاحبؒ نے فرمایا: ''اب سب مسلمانوں کا یہ مطالبہ ہے کہ یہ کافر ہیں، دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ اب تم بھی

مان لو۔'' اس پر کافی لے دے ہوئی۔ مولانا مفتی محمود صاحبؒ فرماتے تھے:

''رات کا ایک بج گیا مگر بھٹو صاحب بضد رہے کہ کافر تو لکھوا لو مگر غیر مسلم نہ لکھواؤ۔ ہم رات ایک بجے غصے سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور کہا کہ اب صبح ہونے دو پھر دیکھو کیا ہوتا ہے۔ جب ہم دروازے تک آ گئے تو بھٹو صاحب نے بھاگ کر ہمیں پکڑ لیا اور کہنے لگا کہ مفتی صاحب جیسا آپ کہتے ہیں لکھ دیتا ہوں۔ بالآخر بھٹو صاحب نے ہمارا مطالبہ مان لیا اور قادیانیوں کو کافر اور غیر مسلم قرار دے دیا۔ اس کے ساتھ یہ بھی تسلیم کر لیا گیا کہ قادیانی کلیدی آسامیوں پر فائز نہیں رہیں گے۔ ہم نے خدا کا شکر ادا کیا۔ بھٹو صاحب نے دستخط کر دیے۔ پھر تمام ارکان اسمبلی نے باری باری دستخط کیے۔ اس طرح متفقہ طور پر قرارداد منظور ہو گئی۔''

مولانا مفتی محمود صاحبؒ اسمبلی سے بارہ نکلے اور سیدھے دفتر مجلس ختم نبوت آ گئے۔ وہاں مفتی صاحبؒ کا بڑی شدت سے انتظار ہو رہا تھا۔ مفتی صاحبؒ پہنچے تو حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری صاحبؒ مصلے پر سجدہ ریز تھے اور وہ اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر دعا مانگ رہے تھے، آنسوؤں سے ان کی ڈاڑھی تر ہو گئی تھی۔ مولانا مفتی محمود صاحبؒ تشریف لائے اور انہیں آواز دی: ''حضرت! اللہ پاک کا شکر ہے، ہمارا مطالبہ مان لیا گیا ہے۔ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا گیا ہے۔'' وہ روتے جاتے تھے اور کہہ رہے تھے ''اللہ پاک! ہم آپ کا شکریہ کیسے ادا کریں، آپ نے ہم پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔'' سجدہ سے اُٹھتے ہوئے فرمانے لگے:

''اللہ تعالیٰ نے مجھے سرخرو کیا ہے۔ مرنے کے بعد امیرِ شریعت حضرت عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی تو میں کہہ دوں گا کہ آپ کے مشن میں تھوڑا سا حصہ ڈال کر آیا ہوں۔ آپؒ نے ختمِ نبوت کے جس پودے کو پانی دیا تھا، میں اُسے پھل لگے ہوئے دیکھ آیا ہوں۔ دوستو! میری بات سن لو، حضرت عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کو امیرِ شریعت کا خطاب اُس وقت کے پانچ سو علماء نے دیا تھا اور میری خوش قسمتی ہے کہ میرے دستخط دوسرے یا تیسرے نمبر پر موجود ہیں۔

حضرت سید سلیمان ندویؒ کا گرامی نامہ بنام غلام مرتضیٰ صاحب

آپ نے جو حالات لکھے ہیں، یہ تو ایسے (روحانی) امراض ہیں جو انشاء اللہ تعالیٰ آپ کے عزم و ہمت و توجہ سے جلد دور ہو جائیں گے۔

بے شبہ اُمتِ مرحومہ کی پریشان حالی اور پراگندگی کی کیفیت آپ کو متاثر کرتی ہوگی۔ مگر غور کیجئے کہ اس کا علاج آپ لے ہاتھ میں ہے؟ جب آپ کی استطاعت سے وہ چیز خارج ہے تو اس کی فکر میں پڑ کر اپنا وقت آپ کیوں ضائع کرتے ہیں۔ یہ تو لیڈرانہ قسم کا ایک مرض ہے۔ آپ کو اختیار اپنے اوپر، اپنے اہل و عیال اور اپنے متبعین کے اوپر ہے۔ آپ اپنی اور ان کی اصلاح کی فکر کریں کہ یہ آپ کی استطاعت میں ہے۔

احساس کا پہلا قدم اپنی گزشتہ غلطی اور تقصیر کا اعتراف اور ندامت اور آئندہ اس کی اصلاح کا عزم بالجزم ہے۔

والسلام

فقیر الی اللہ تعالیٰ

سید سلیمان،

۲۷ شعبان ۱۳۷۰ھ

[معاشرہ خراب ہے، لوگ خراب ہیں، معاشرے کی اصلاح کی ضرورت ہے، لوگوں کی اصلاح کی ضرورت ہے، یہ باتیں ہم عام طور پر سنتے ہیں۔ سیاسی لیڈر تو اس کو مسئلہ اور Stunt کے طور پر ستعمال کرتے ہیں اور اس کا استحصال کر کے اور اس کو Exploit کر کے اپنا اُلو سیدھا کرتے ہیں۔

روحانی حکیم تو اللہ والے علماء اور مشائخِ طریقت ہوتے ہیں۔ اوپر والے خط میں حضرت ندویؒ نے اس بات کا احساس دلایا ہے کہ خرابی مجھ میں ہے اور مجھے اصلاح کی ضرورت ہے۔ ہر ایک آدمی کو یہ احساس نصیب ہو جائے اور وہ کام شروع کر دے تو ہر روز بہتری کی طرف پیش رفت ہوتی رہے گی۔ (ادارہ)]

زبان کی آفتوں کا بیان (پہلا حصہ)

(ایسوسیٹ پروفیسر ڈاکٹر سید ناصر شاہ صاحب، سردار بیگم ڈینٹل کالج، پشاور)

(تلخیص ''بابِ آفات اللسان'' امام ابو حامد محمد الغزالیؒ کی معرکۃ الآراء تصنیف احیاء العلوم سے ماخوذ)

زبان اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے۔ اس کا حجم اگرچہ مختصر ہے لیکن اس کی اطاعت بھی زیادہ ہے اور گناہ بھی بڑا ہے۔ یہ ایمان اور کفر دونوں کے اظہار کا ذریعہ ہے۔ علم کے دائرے میں جتنی بھی چیزیں ہیں خواہ وہ حق ہوں یا باطل، سب زبان ہی کے ذریعے بیان کی جاتی ہیں۔ یہ ایک ایسی خصوصیت ہے جو زبان کو تمام اعضاء سے ممتاز کرتی ہے۔ آنکھ کی رسائی صرف رنگوں اور شکلوں تک ہے۔ کان کی رسائی آواز تک ہے۔ ہاتھ صرف ان چیزوں کو لمس دے سکتا ہے جن کا جسمانی وجود ہے۔ یہی حال تمام اعضاء کا ہے کہ ان کا میدان محدود ہے۔ ان میں صرف زبان ہی ایسا عضو ہے جس کا دائرہ اختیار انتہائی وسیع ہے۔ زبان اکیلے ان تمام طاعات یا معصیات کے اظہار کے لئے اور ان طاعات و معصیات کو اعمال نامے میں درج کرنے کے لئے کافی ہے جو باقی تمام اعضاء انفرادی طور پر کرتے ہیں۔ لوگ زبان کی آفات سے بچنے میں تساہل برتتے ہیں اور اس کے شر کو معمولی خیال کر کے نظر انداز کرتے ہیں حالانکہ یہ شیطان کا مؤثر ترین ہتھیار ہے۔ زبان کی شر سے وہی شخص محفوظ رہ سکتا ہے جو اسے شریعت کی لگام پہنائے اور سنت کی زنجیریں ڈال دے۔ زبان کے خطرۂ عظیم سے بچنے کا واحد راستہ خاموشی ہے۔ خاموشی کی فضیلت کے بارے میں حدیث ہے ''جو خاموش رہا اس نے نجات پائی'' ایک اور حدیث شریف میں آیا کہ ''خاموشی حکمت ہے (لیکن) اس کے کرنے والے کم ہیں'' جو شخص اپنے پیٹ، اپنی شرمگاہ اور اپنی زبان کے شر سے محفوظ رہا وہ ہر طرح کے شر سے محفوظ رہا۔ یہی تین اعضاء ایسے ہیں جن کی شہوتوں کے باعث لوگ ہلاکت میں مبتلا ہوتے ہیں۔ ایک صحابیؓ نے عرض کیا کہ آپ ﷺ میرے متعلق سب سے زیادہ کس

چیز سے خائف ہیں؟ آپ ﷺ نے اپنی زبان مبارک پکڑ کر فرمایا ''اس سے'' حضرت سعید بن جبیرؓ سرکار دو عالم ﷺ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں ''جب آدمی صبح کرتا ہے تو اس کے بدن کے تمام اعضاء زبان سے کہتے ہیں کہ ہمارے سلسلے میں اللہ سے ڈرنا۔ اگر تو سیدھی رہی تو ہم بھی سیدھے رہیں گے اگر تو ٹیڑھی ہوئی تو ہم بھی ٹیڑھے ہو جائیں گے۔''

زبان کی پہلی آفت لایعنی کلام:

وہ تمام باتیں جن میں نہ دنیا کا کوئی فائدہ ہو نہ آخرت کا۔ اس میں قلب کا نقصان ہے، کیونکہ اگر متکلم بولنے کے بجائے اپنے قلب و دماغ کو اللہ کی ذات و صفات میں فکر کرنے کی طرف مائل کرتا یا زبان کو ذکر میں مشغول رکھتا تو یہ اس کے حق میں زیادہ بہتر تھا۔ ممکن تھا کہ اس فکر کے نتیجے میں اس کے لئے جنت میں ایک محل تیار ہوتا۔ جو شخص خزانہ حاصل کر سکتا ہو اور وہ پتھر جمع کرنے بیٹھ جائے تو اسے بدبختی کے علاوہ کیا کہا جائے۔

دوسری آفت زیادہ بولنا :

اس میں بے فائدہ کلام بھی شامل ہے اور وہ کلام بھی جو مفید تو ہو لیکن ضرورت سے زائد ہو۔ مفید کلام مختصر بھی ہو سکتا ہے۔ اگر ایک شخص اختصار پر قدرت رکھنے کے باوجود ایک لفظ کی جگہ دو بولے تو وہ فضول گو ہے۔ مختصر اور جامع کلام عقل کے کمال کی دلیل ہے۔ قرآن پاک اور حدیث شریف جتنے بھی الفاظ آئے ہیں۔ وہ انتہائی مختصر اور انتہائی جامع ہیں۔

تیسری آفت باطل کلام:

باطل کلام وہ ہے جس کا تعلق معاصی سے ہو یعنی جن میں عورتوں کے عشق و حسن، فسق و فجور، مالداروں کی عیاشی اور حکام کے اعمالِ بد کا ذکر ہو۔ یہ سب امور باطل اور ان کا اشتغال حرام ہے ایک حدیث شریف میں کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ خطاء کار وہ لوگ ہوں گے جو باطل میں زیادہ مشغول رہتے ہوں۔

چوتھی آفت بات کا ٹنا اور جھگڑا کرنا :

رسول ﷺ فرماتے ہیں ''اپنے بھائی کی بات مت کاٹنا اور نہ اس سے مذاق (ناشائستہ) کرنا اور نہ اس سے کوئی ایسا وعدہ کرنا جسے تو پورا نہ کرسکے۔'' حدیث شریف میں ہے، ''جو شخص حق پر ہونے کے باوجود بات کاٹنی چھوڑ دے اس کے لئے جنت کے اعلیٰ درجے میں ایک گھر بنایا جائے گا اور جو شخص باطل پر ہو کر بات کاٹنی چھوڑ دے اس کے لئے جنت کے وسط میں گھر بنایا جائیگا۔'' حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں کہ دینی امور میں اعتراضات کرنے والا شخص ثابت قدم اور مستقل مزاج نہیں ہوتا، وہ اکثر بدلتا رہتا ہے۔

پانچویں آفت خصومت:

یہ بات کاٹنے اور جھگڑا کرنے سے الگ ایک بری صفت ہے۔ یہ وہ جھگڑا ہے جس سے مقصود کسی کے مال یا حق پر قبضہ کرنا ہو یا اپنا حق کسی سے لینا ہو۔ حضرت عائشہؓ حضور ﷺ سے نقل کرتے ہیں ''اللہ کے نزدیک آدمیوں میں سب سے برا شخص وہ ہے جو بہت زیادہ جھگڑالو اور خصومت پسند ہو۔'' اگر کسی انسان کا دوسرے پر حق ہو اور وہ اسے دینے پر رضامند نہ ہو تو اسے حاصل کرنے کے لئے خصومت (Case) کی جاسکتی ہے۔ ہر خصومت مذموم نہیں بلکہ مذموم وہ ہے جو باطل پر مبنی ہو یا بغیر علم کے کی جائے۔ جیسے وکیل یہ جانے بغیر کہ حق کس کی طرف ہے کسی ایک فریق کی جانب سے مقدمہ لڑا کرتے ہیں۔ وہ خصومت بھی مذموم ہے جس میں اپنا حق حاصل کرنا نہ ہو بلکہ مخالف کو ایذاء پہنچانا ہو یا ایذاء دینے والے الفاظ استعمال کئے جائیں۔ اپنا حق ظاہر کرنے اور پنی دلیل مضبوط بنانے کے لئے ان الفاظ کی ضرورت نہ ہو یا نیت اپنا حق حاصل کرنے کی بجائے مخالف کی اہانت وتذلیل ہو۔ شریعت کے دائرے میں رہ کر اپنا حق حاصل کرنے اور شائستہ زبان میں اپنا دفاع کرنے کی پوری اجازت ہے۔ لیکن ایسا شخص تارکِ اولیٰ ضرور ہے (یعنی زیادہ ثواب والے کام کو چھوڑ رہا ہے)۔

چھٹی آفت فصاحتِ کلام کے لئے تصنّع :

اکثر واعظین ، مبلغین کی عادت ہوتی ہے کہ کلام کو خوب بنا سنوار کر پیش کرتے ہیں۔ تمہیدات و مقدمات گھڑتے ہیں اور سامعین کو متاثر کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ تکلف و تصنع مذموم ہے۔حدیث شریف میں ہے، ''میں اور میری امت کے متقی تکلف سے دور ہیں۔'' آنحضرت ﷺ نے تک بندی، تکلف اور تصنع کو پسند نہیں فرمایا۔اس تصنع کا محرک رہا ہے۔ اس آفت میں مبتلا شخص یہ چاہتا ہے کہ لوگ اس کی مضاحت و بلاغت سے مرعوب ہوں اور اس کی تعریف و تحسین کریں ۔ البتہ اگر کوئی خالص اللہ کی رضا کے لئے اپنے وعظ کو خوبصورت بنائے تو اس کی گنجائش ہے لیکن دل کو ضرور ٹٹولنا چاہیئے۔

ساتویں آفت فحش گوئی اور سب و شتم (گالیاں بکنا):

اس کی بنیادی وجہ خبثِ باطنی (باطنی گندگی)اور دنائت (بے غیرتی) ہے۔حضور ﷺ فرماتے ہیں، ''فحش گوئی سے بچو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کو فحش گوئی اور بے ہودگی پسند نہیں۔'' آنحضرت ﷺ نے ان کفار و مشرکین کو بھی گالی دینے سے منع فرمایا جو بدر کی جنگ میں مارے گئے تھے۔شرمگاہ کا نام، جماع اور اس سے متعلقہ امور کے نام، پیشاب، پاخانے کا نام، عورتوں کا ذکر، عیب دار مرض (جذام، بواسیر وغیرہ) کے نام لے کر ذکر کرنا جس کو سن کر شرم یا ناگواری محسوس ہوتی ہے، فحش کلام میں داخل ہے۔کم فحش الفاظ مکروہ اور زیادہ فحش الفاظ حرام ہیں۔قرآن و حدیث و آثار میں ایسے مواقع پر اشاروں، کنایوں اور متبادل شائستہ الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ایک مرتبہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی بغل میں پھوڑا نکلا۔عیادت کے لئے آئے لوگوں نے تکلیف کی جگہ کے بارے میں پوچھا انہوں نے جواب دیا کہ ہاتھ کے اندرونی حصے میں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو بغل کا صریح ذکر بھی پسند نہیں تھا۔ابراہیم بن میسرہ کہتے ہیں، ہم نے سنا ہے کہ فحش گو قیامت کے دن کتے کی صورت میں اٹھے گا یا اس کی پیٹ میں ہو کر

آئے گا۔

آٹھویں آفت لعنت کرنا:

لعنت خواہ انسان کے لئے ہو یا حیوان کے لئے یا بے جان کے لئے، مذموم ہے۔ حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں، ''مؤمن لعنت کرنے والا نہیں ہوتا۔'' ایک اور حدیث شریف میں ہے، ''آپس میں ایک دوسرے پر لعنت نہ کرو نہ خدا کی، نہ اس کے غضب کی اور نہ جہنم کی۔'' لعنت کے معنی ہیں اللہ کی رحمت سے ہٹانا اور دور کرنا۔ وہ صفات جن کی بناء پر لعنت کی جا سکتی ہے تین ہیں۔ کفر، بدعت، فسق۔ اس کے باوجود نام لے کر کسی پر اس وقت تک لعنت کرنا جائز نہیں جب تک وہ قرآن وحدیث سے ثابت نہ ہو جیسے ابو جہل، فرعون، نمرود وغیرہ۔ زندہ شخص کو ملعون کہنا اگر چہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہو صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ یہ ممکن ہے کہ وہ مرنے سے پہلے اسلام قبول کرلے۔ جب کافر کے بارے میں اتنی احتیاط ہے تو مسلمان کے بارے میں خود سوچیے۔

نویں آفت راگ اور شاعری:

یہ دینداروں اور متقین کا شعار نہیں۔ صغیرہ گناہ پر مداومت کرنا، اس کو گناہ کبیرہ کی فہرست میں داخل کر دیتا ہے۔ اس طرح مباح عمل کی کثرت اس کو حرمت کی طرف لے جاتی ہے۔ اچھی شاعری اچھی اور بری شاعری بری ہے۔ البتہ شاعری کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دینا اور اسے مشغلہ بنا لینا اچھا نہیں ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے تم میں سے کسی کا پیٹ پیپ سے بھر جائے اور اسے خراب کر دے یہ اس سے بہتر ہے کہ شعر سے بھر جائے۔ اگر شعر میں کوئی بات شرعی حدود سے متجاوز نہ ہو تو حرام نہیں۔

دسویں آفت مزاح:

یہ بھی ممنوع اور ناپسندیدہ ہے۔ سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا، ''نہ اپنے بھائی

کی بات کاٹ اور نہ اس سے مذاق کر۔'' مزاح پر افراط اور مبالغہ کرنے سے ہنسی زیادہ آتی ہے اور زیادہ ہنسی سے آدمی کا دل مردہ ہو جاتا ہے اور اس کی ہیبت ختم ہو جاتی ہے اور بعض اوقات دلوں میں کینہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اگر ہنسی میں یہ عیوب نہ ہوں تو ہنسنا برا نہیں ہے۔ چنانچہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ''میں دل لگی ضرور کرتا ہوں لیکن سچ کے علاوہ کچھ نہیں کہتا۔'' اکثر لوگ مذاق کے کوچے میں قدم رکھنے کے بعد کذب اور جھوٹ سے اپنا دامن بچانے پر قادر نہیں ہوتے۔ ان کا مقصد لوگوں کو ہنسانا ہوتا ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے ایسے ہی لوگوں کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے '' آدمی اپنے ہم نشینوں کو ہنسانے کے لئے ایک بات کہتا ہے اور اس کی وجہ سے جہنم میں ثریا سے بھی دور جا پڑتا ہے۔

گیارویں آفت استہزاء:

کسی کا مذاق اڑانا بھی پسندیدہ عمل نہیں کیونکہ اس سے دوسروں کو اذیت ہوتی ہے۔ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے'' اے ایمان والو! نہ تو مردوں کو مردوں پر ہنسنا چاہیئے۔ کیا عجب ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتوں کو عورتوں پر ہنسنا چاہیئے۔ کیا عجب ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں۔''

بارویں آفت افشائے راز:

کسی کا راز ظاہر کرنا بھی منع ہے کیونکہ اس میں ایذا ہوتی ہے اور دوستوں کی حق تلفی ہوتی ہے۔ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے'' جب آدمی کوئی بات کہے اور چلا جائے تو یہ امانت ہے۔'' حضرت حسنؒ فرماتے ہیں کہ'' کسی بھائی کی وہ بات جسے وہ راز رکھنا چاہے، ظاہر کر دینا بھی خیانت ہے۔''

تیرویں آفت جھوٹا وعدہ:

بعض اوقات نفس زبان کے وعدے کا پاس نہیں رکھتا۔ اس صورت میں وعدہ خلافی ہوتی ہے۔ یہ امر نفاق کی علامت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے'' اے ایمان والو! عہد کو پورا کرو۔

"آنحضرت ﷺ جب کوئی وعدہ کرتے تو ان شاء اللہ ضرور کہتے۔ حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں "تین باتیں جس میں ہوں وہ منافق ہے اگرچہ روزے رکھے، نماز پڑھے اور یہ دعویٰ کرے کہ میں مسلمان ہوں۔ ایک یہ کہ جب بات کرے تو جھوٹ بولے، وعدہ کرے تو پورا نہ کرے اور اس کے پاس امانت رکھوئی جائے تو خیانت کرے۔ رسول اکرم ﷺ نے وعدہ خلافی کی تعریف بھی بیان فرمادی، ارشاد ہے "جب آدمی کسی سے وعدہ کرے اور یہ نیت ہو کہ وہ وعدہ وفا کرے گا اور کسی وجہ سے وفا نہ کرسکے تو اس پر گناہ نہیں ہے"

چودھویں آفت جھوٹ بولنا اور جھوٹی قسم کھانا:

یہ بھی بدترین اور عظیم گناہ ہے۔ حضرت ابو بکرؓ نے حدیث بیان فرمائی "جھوٹ سے بچو، اس لئے کہ وہ بدکاری کے ساتھ ہے اور جھوٹ و بدکاری دونوں جہنم میں ہیں۔ سچ اختیار کرو، اس لئے کہ یہ نیکی کے ساتھ ہے اور یہ دونوں جنت میں ہیں۔" ابوامامہؓ روایت کرتے ہیں "جھوٹ نفاق کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے۔" حضرت حسنؓ فرماتے ہیں کہ "ظاہر وباطن، قول وفعل اور مدخل ومخرج کے اختلاف کو نفاق کہتے ہیں۔ اس اختلاف ونفاق کی بنیاد جھوٹ پر ہوتی ہے۔" ایک روایت میں جھوٹ کی یہ سزا بیان کی گئی ہے "جھوٹ سے رزق کم ہوتا ہے۔" ایک مرتبہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا "تاجر ہی فاجر ہوتے ہیں" صحابہؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! تاجروں کو فاجر کیوں فرمایا گیا؟ کیا اللہ نے خرید وفروخت کو حلال نہیں کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا "ہاں! لیکن تاجر جھوٹی حلف اٹھاتے ہیں اور گناہ کماتے ہیں۔ بات کرتے ہیں تو جھوٹ بولتے ہیں۔" حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ "آنحضرت ﷺ کو جھوٹ سے زیادہ کوئی عادت ناپسند نہیں تھی۔" چنانچہ آپ ﷺ کو اگر کسی کے متعلق معلوم ہوجاتا کہ دروغ گو ہے تو آپ ﷺ کے دل میں کدورت بیٹھ جاتی اور اس وقت تک آپ ﷺ کا دل صاف نہ ہوتا جب تک معلوم نہ ہوجاتا کہ اس نے اللہ سے اپنے گناہ کے نئے سرے سے توبہ نہیں کرلی ہے۔

پندرہویں آفت غیبت :

قرآن پاک میں اللہ نے غیبت کو مردہ بھائی کا گوشت کھانے سے تشبیہ دی ہے۔ ارشاد فرمایا ''اور کوئی کسی کی غیبت بھی نہ کیا کرے۔ کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے۔ اس کو تو تم ناگوار سمجھتے ہو۔'' رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے '' غیبت سے بچو، اس لئے کہ غیبت زنا سے سخت تر ہے۔'' روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ ؑ پر وحی نازل فرمائی کہ جو شخص غیبت سے توبہ کر کے مرے گا وہ جنت میں سب کے بعد داخل ہوگا اور جو توبہ کئے بغیر مرے گا وہ سب سے پہلے دوزخ میں جائے گا۔ غیبت کی تعریف یہ ہے کہ کسی شخص کا اس طرح ذکر کیا جائے کہ اگر وہ سنے تو برا جانے۔ غیبت صرف زبان سے نہیں ہوتی بلکہ ہر وہ عمل غیبت میں داخل ہے جس سے تمہارے بھائی کا عیب کسی دوسرے مسلمان پر ظاہر ہو جائے۔ بدترین غیبت ریاء کار علماء کی غیبت ہے کیونکہ وہ اچھے بن کر اپنا مقصود ظاہر کر دیتے ہیں اور لوگ سمجھتے ہیں کہ وہ غیبت نہیں کرتے۔ یہاں تک کہ اپنے باطنی خبث کے اظہار کے لئے دعائیہ الفاظ استعمال کرتے ہوئے اللہ کا نام تک لیتے ہیں۔ غیبت کا اجمالی طریقۂ علاج یہ ہے کہ آدمی تصور کرے کہ غیبت کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی مول لیتا ہے اور غیبت کی وجہ سے قیامت کے روز اس کی نیکیاں اس شخص کی طرف منتقل ہو جائینگی جس کی اس نے غیبت کی ہے۔ اگر اس کے نامہ اعمال میں نیکیاں نہ ہوں تو دوسروں کی برائیاں اس کے اعمال نامے میں منتقل ہو جائینگی۔ غیبت کا تفصیلی طریقۂ علاج یہ ہے کہ آدمی شیخ کی نگرانی میں اپنے اندر وہ عیب تلاش کرے جس کی وجہ سے وہ غیبت میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ مثلاً کینہ، غضب، حسد، کبر وغیرہ۔ پھر اس رذیلے کے علاج کا طریقہ دریافت کر کے مسلسل مشق کے ذریعے اس کو اپنے قابو میں لائے۔ زبان کے علاوہ دل سے ابھی غیبت کے جاتی ہے۔ بدگمانی دل کی غیبت ہے۔

(باقی آئندہ شمارے میں)

جناب علی محمد خان صاحب اور جناب احسان علی خان صاحب کا شکریہ

(ڈاکٹر فدا محمد صاحب مدظلہٗ)

قصبہ لوند خوڑ تحصیل تخت بھائی ضلع مردان کا ایک اہم قصبہ ہے۔ حاجی محمد امین صاحبؒ نے اس قصبے میں ایک مسجد بنا کر اُس میں مدرسہ شروع کیا۔ زمانہ گزرنے کے ساتھ مدرسہ بے آباد ہو گیا اور مسجد کی چھت گر پڑی۔ خالی زمین چرسی بھنگی لوگوں کی بیٹھک ہو گئی۔ اسی طرح ایک مسجد خواجہ محمد خان صاحب نے بنائی تھی جس میں اُن کی اور اُن کی اہلیہ کی قبر بھی ہے۔ یہ مسجد بھی اُن کی وفات کے بعد ویران ہو گئی۔ اس قصبہ سے ماسٹر عزیز احمد صاحب سلسلہ میں بیعت ہوئے۔ ماسٹر صاحب نے ہمت کر کے حاجی محمد امین صاحبؒ کی مسجد دوبارہ تعمیر کی اور خواجہ محمد خان صاحب کی مسجد کو آباد کیا۔ اور ہر دو مساجد میں حفظ و تجوید کا مدرسہ شروع کر دیا۔

مشہور سیاسی شخصیت جناب غلام محمد خان صاحب لوند خوڑ کے صاحبزادے جناب علی محمد خان صاحب نے دلچسپی لی اور ساری برادری کے حضرات جو مسجد کے مالکان تھے کو متفق کر کے وقف نامہ ماسٹر عزیز صاحب کے نام پر لکھ کر بندہ کی سرپرستی میں دے دی۔ اُن کے دوسرے ساتھی جناب احسان علی خان صاحب نے پولیس کی verification بھی کروا دی۔ ہم ان دونوں حضرات کے بہت شکر گزار ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی کوشش کو قبول فرمائے اور ان کو دنیا اور آخرت میں عظیم کامیابیوں سے نوازے۔ اللہ تعالیٰ اس کی شایانِ شان تعمیر اور آبادی کی ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

☆☆☆☆☆☆☆

سولہویں آفت چغل خوری:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، اور کسی ایسے شخص کا کہا نہ مانیں جو بہت (جھوٹی) قسمیں کھانے والا ہو، بے وقعت ہو، طعنے دینے والا ہو اور چغلیاں لگاتا پھرتا ہو۔ (پارہ ۲۹، قلم، آیت ۱۰، ۱۱)

ایک آیت کے بعد ارشاد فرمایا سخت مزاج ہو اور ان کے علاوہ حرامزادہ بھی ہو۔

حضرت عبداللہ بن مبارک نے اس کی تشریح میں اس امر کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ جو بات نہ چھپا سکے اور چغل خوری مین مبتلا ہو وہ ولدالزنا ہے۔

حضور ﷺ کا ارشاد مبارک ہے، ''چغل خور جنت میں نہیں جائے گا۔'' کہا جاتا ہے کہ قبر کا ایک تہائی عذاب چغل خوری سے ہوگا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما حضور ﷺ کا یہ ارشاد روایت کرتے ہیں، ''اللہ تعالیٰ نے جب جنت کو پیدا کیا تو اس سے فرمایا کچھ بول! اس نے کہا جو شخص میرے اندر داخل ہوگا وہ خوش نصیب ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میری عزت وجلال کی قسم آٹھ طرح کے لوگ تیرے اندر نہیں رہیں گے۔ عادی شراب نوش، زنا پر اصرار کرنے والا، چغلخور، دیّوث، (ظالم) سپاہی، مخنث، قاطع رحم اور وہ شخص جو خدا کی قسم کر کوئی وعدہ کرے اور پھر پورا نہ کرے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ٥

یَا مُصَوِّرُیَا مُصَوِّرُیَا مُصَوِّرُوَ لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ مِنۡ سُلٰلَۃٍ مِّنۡ طِیۡنٍ ٥ ثُمَّ جَعَلۡنٰہُ نُطۡفَۃً فِیۡ قَرَارٍ مَّکِیۡنٍ ٥ ثُمَّ خَلَقۡنَا النُّطۡفَۃَ عَلَقَۃً فَخَلَقۡنَا الۡعَلَقَۃَ مُضۡغَۃً فَخَلَقۡنَا الۡمُضۡغَۃَ عِظٰما

فَکَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْماً ق ثُمَّ اَنْشَئْنٰهُ خَلْقاً اٰخَرَ فَتَبٰرَکَ اللّٰہُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنِ o رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصَّالِحِیْنِ o رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّ اَنْتَ خَیْرُ الْوَارِثِیْن o رَبِّ هَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْکَ ذُرِّیَّةً طَیِّبَةً ط اِنَّکَ سَمِیْعُ الدُّعَاءِ ط یَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ اِنٰثًا وَّیَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ الذُّکُوْرَا ط اِلٰهِی بِحُرْمَتِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمْ وَ اَهْلِ بَیْتِ الْعِظَّام.

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم o

یَا مُصَوِّرُ یَا مُصَوِّرُ یَا مُصَوِّرُ وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِیْنٍ o ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِیْ قَرَارٍ مَّکِیْنٍ o ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰماً فَکَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْماً ق ثُمَّ اَنْشَئْنٰهُ خَلْقاً اٰخَرَ فَتَبٰرَکَ اللّٰہُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْن o رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصَّالِحِیْن o رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّ اَنْتَ خَیْرُ الْوَارِثِیْن o رَبِّ هَبْ لِیْ مِنْ لَدُنْکَ ذُرِّیَّةً طَیِّبَةً ط اِنَّکَ سَمِیْعُ الدُّعَاءِ ط یَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ اِنٰثًا وَّیَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ الذُّکُوْرَا ط اِلٰهِی بِحُرْمَتِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمْ وَ اَهْلِ بَیْتِ الْعِظَّام.

دارۂ اشرفیہ عزیزیہ کی تربیتی ترتیب

حضرت مولانا محمد اشرف سلیمانی پشاوری رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کی روشنی میں تربیتی ترتیب کو تین درجوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

درجہ اوّل: تعلیم الاسلام (مفتی کفایت اللہ صاحبؒ) کا چار پانچ مرتبہ مطالعہ تاکہ مسائل

ذہن نشین ہوجائیں، جہاں سمجھ نہ آئے خود فیصلہ کرنے کی بجائے علماء سے پوچھنا، استعداد اچھی ہوتو اپنے گھر یا مسجد میں چند ساتھیوں کے ساتھ مل کر اس کو سبقاً سبقاً پڑھنا۔

اُم الامراض، اکابر کا سلوک واحسان، فیضِ شیخ (حضرت مولانا زکریاؒ)

تسہیلِ قصد السبیل، تسہیل المواعظ، اصلاحی نصاب (دس رسالوں کا مجموعہ از حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ)

درجہ دوم: بہشتی زیور، ملفوظاتِ حکیم الامت (مولانا اشرف علی تھانویؒ)، اُسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (حضرت ڈاکٹر عبدالحیٔ صاحبؒ)، آپ بیتی (حضرت مولانا زکریاؒ)، تذکرۃ الاولیاء (شیخ فریدالدین عطارؒ) اور کیمیائے سعادت (امام غزالیؒ)

درجہ سوم: سلوکِ سلیمانی (حضرت مولانا محمد اشرف سلیمانیؒ) تربیت السالک، التکشف، بوادر نوادر، انفاس عیسیٰ، بصائر حکیم الامت (حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ)، احیاء العلوم (امام غزالیؒ)

جھری ذِکر کی احتیاط اور طریقہ

سارے تصوف کے سلاسل کی طرح ہمارے سلسلہ میں بھی ذِکر کو قلب کی اصلاح میں بطور بنیادی ذریعہ شامل کیا گیا ہے۔ سلسلہ کی ترتیب میں چشتیہ صابریہ جہری طریقہ ذِکر، ضرب کے ساتھ اختیار کیا گیا ہے۔ پہلے درجہ میں صرف سو بار لاالہ الا اللّٰہ، سو بار الااللّٰہ اور سو بار اللّٰہ کا ذِکر کیا جاتا ہے۔ دوسرے اور تیسرے درجہ میں لا الہ الااللّٰہ دو سو بار، الااللّٰہ چار سو بار اللّٰہُ اللّٰہ چھ سو بار، اللّٰہ سو بار کی اجازت دی جاتی ہے۔

کتابوں کا مطالعہ تو ہر کوئی کرسکتا ہے جبکہ جہری ذِکر کی ترتیب کے لیے بیعت، مشورہ اور اس کے طریقہ کو بالمشافہ (آمنے سامنے) سیکھنا ضروری ہے، خود سے کرنے میں ذہنی وجسمانی نقصان کا خطرہ ہوسکتا ہے۔

ایک ناقابلِ انکار حقیقت

انسان خدا تعالیٰ کا انکار کرسکتا ہے، رسول کا انکار کرسکتا ہے آخرت کا انکار کرسکتا ہے لیکن ایک ایسی حقیقت جس کا انکار نہیں کرسکتا وہ موت ہے۔

ے جان جانی ہے جا کر رہے گی موت آنی ہے آ کر رہے گی

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ط وَ اِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ط فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ

ترجمہ: ہر جی کو چکھنی ہے موت اور تم کو قیامت کے دن پورے بدلے ملیں گے۔ پھر جو کوئی دور کیا گیا دوزخ سے اور داخل کیا گیا جنت میں اُس کا کام تو بن گیا۔

ے پھول بننے کی خوشی میں مسکرائی تھی کلی کیا خبر تھی یہ تغیر موت کا پیغام ہے

اَلْمَوْتُ قَدْحٌ كُلُّ نَفْسٍ شَارِبُوْهَا وَالْقَبْرُ بَابٌ كُلُّ نَفْسٍ دَاخِلُوْهَا

ترجمہ: موت ایک پیالہ ہے جسے ہر نفس نے پینا ہے اور قبر ایک دروازہ ہے جس سے ہر نفس نے داخل ہونا ہے۔

حضرت مولانا محمد اشرف صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ اُن کے شیخ حضرت شاہ عبدالعزیز دعا جو دہلوی رحمت اللہ علیہ تہجد سے پہلے یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

شب تاریک، رہ باریک، منزل دور، من تنہا دستم گیر یا اللہ!، دستم گیر یا اللہ!

رات اندھیری، راہ ہے ٹیڑھی، منزل دور اور ہم تنہا پکڑیو ہاتھ یا اللہ!، پکڑیو ہاتھ یا اللہ!

بہرحال جن کی آخرت آباد ہے اُن کے لئے تو بشارت ہے:

اَلْمَوْتُ جِسْرٌ يُّوْصِلُ الْحَبِيْبَ اِلَى الْحَبِيْبِ

ترجمہ: موت ایک پُل ہے جو دوست کو دوست سے ملا دیتا ہے۔

حضرت شاہ صاحبؒ ہی شعر پڑھا کرتے تھے:

ے بلا سے نزع میں تکلیف کیا ہے سکونِ خاطر بھی کم نہیں ہے
کسی سے ملنے کی ہیں اُمیدیں کسی سے چھٹنے کا غم نہیں ہے

یہ عالم عیش وعشرت کا یہ حالت کیف ومستی کی بلند اپنا تخیل کر یہ سب باتیں ہیں پستی کی
جہاں دراصل ویرانہ ہے گو صورت ہے بستی کی بس اتنی سی حقیقت ہے 'فریبِ خوابِ ہستی' کی
کہ آنکھیں بند ہوں اور آدمی افسانہ ہو جائے

ادارۂ اشرفیہ عزیزیہ کی تربیتی سرگرمیاں

اِدارۂ اشرفیہ عزیزیہ، جو بندہ کے شیخ حضرت مولانا محمد اشرف صاحب سلیمانی پشاوریؒ اور حضرت مولانا محمد اشرف صاحبؒ کے شیخ شاہ عبدالعزیز دعا جو دہلویؒ کی یاد میں قائم ہوا ہے، سالانہ مندرجہ ذیل اصلاحی سرگرمیوں میں مصروف رہتا ہے۔

۱۔ درسِ قرآن: ہفتہ میں چھ دن بعد نماز عشاء، مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی۔

۲۔ مجلسِ ملفوظات: ہفتہ میں سات دن بوقتِ اشراق، مسجدِ فردوس، پشاور یونیورسٹی۔

۳۔ مجلسِ ذکر: بروزِ اتوار مغرب تا عشاء، مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی۔

۴۔ مجلسِ ذکر: بروزِ پیر مغرب تا عشاء، مسجدِ نور، فیز تھری، حیات آباد، پشاور۔

۵۔ مجلسِ ذکر: بروزِ منگل مغرب تا عشاء، مسجدِ فردوس، پشاور یونیورسٹی۔

۶۔ عورتوں کی مجلس: بروزِ ہفتہ عصر تا مغرب، حضرت مولانا اشرف صاحبؒ کے گھر، دھوبی گھاٹ، پشاور یونیورسٹی۔

۷۔ جمعہ کا خطبہ: مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی۔

۸۔ ماہوار اجتماع: اس کے لئے تاریخ مقرر کی جاتی ہے۔ اجتماع بروزِ ہفتہ مغرب سے شروع ہو کر بوقت چاشت اتوار کو ختم ہوتا ہے۔ مہمانوں کے قیام وطعام کا بندوبست ادارہ کی طرف سے ہوتا ہے۔

۹۔ رمضان: پہلے بیس دن ہر روز مغرب سے پہلے مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی میں مجلسِ ذکر ہوتی ہے۔ مہمانوں کا افطار ادارہ کی طرف سے ہوتا ہے۔ آخری عشرہ میں تربیتی اعتکاف ہوتا ہے جس میں کثیر تعداد شرکت فرماتی ہے۔

۱۰۔ موسمِ گرما کا اجتماع: موسمِ گرما میں شمالی علاقہ جات میں کسی ٹھنڈے مقام پر سالانہ اجتماع منعقد کیا جاتا ہے۔

(ڈاکٹر فدا محمد مد ظلہٗ)

☆☆☆☆☆☆☆

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝

یَا مُصَوِّرُ یَا مُصَوِّرُ یَا مُصَوِّرُ وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِیْنٍ o ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِیْ قَرَارٍ مَّکِیْنٍ o ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَکَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ق ثُمَّ اَنْشَئْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَکَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ o رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ o رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّ اَنْتَ خَیْرُ الْوَارِثِیْنَ o رَبِّ هَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْکَ ذُرِّیَّةً طَیِّبَةً ط اِنَّکَ سَمِیْعُ الدُّعَاءِ ط یَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ اِنٰثًا وَّیَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ الذُّکُوْرَا ط اِلٰهِی بِحُرْمَتِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمِ وَ اَهْلِ بَیْتِ الْعِظَّام.

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ o

یَا مُصَوِّرُ یَا مُصَوِّرُ یَا مُصَوِّرُ وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِیْنٍ o ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِیْ قَرَارٍ مَّکِیْنٍ o ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَکَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ق ثُمَّ اَنْشَئْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَکَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ o رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ o رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّ اَنْتَ خَیْرُ الْوَارِثِیْنَ o رَبِّ هَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْکَ ذُرِّیَّةً طَیِّبَةً ط اِنَّکَ سَمِیْعُ الدُّعَاءِ ط یَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ اِنٰثًا وَّیَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ الذُّکُوْرَا ط اِلٰهِی بِحُرْمَتِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمِ وَ اَهْلِ بَیْتِ الْعِظَّام.

ادارۂ اشرفیہ عزیزیہ کی تربیتی ترتیب

حضرت مولانا محمد اشرف سلیمانی پشاوری رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کی روشنی میں تربیتی ترتیب کو تین

درجوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

درجہ اوّل: تعلیم الاسلام (مفتی کفایت اللہ صاحبؒ) کا چار پانچ مرتبہ مطالعہ تاکہ مسائل ذہن نشین ہو جائیں، جہاں سمجھ نہ آئے خود فیصلہ کرنے کی بجائے علماء سے پوچھنا، استعداد اچھی ہو تو اپنے گھر یا مسجد میں چند ساتھیوں کے ساتھ مل کر اس کو سبقاً سبقاً پڑھنا۔

اُم الامراض، اکابر کا سلوک واحسان، فیضِ شیخ (حضرت مولانا زکریاؒ)

تسہیلِ قصد السبیل، تسہیل المواعظ، اصلاحی نصاب (دس رسالوں کا مجموعہ از حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ)

درجہ دوم: بہشتی زیور، ملفوظاتِ حکیم الامت (مولانا اشرف علی تھانویؒ)، اُسوۂ رسول اکرم صل اللہ علیہ وسلم (حضرت ڈاکٹر عبدالحئی صاحبؒ)، آپ بیتی (حضرت مولانا زکریاؒ)، تذکرۃ الاولیاء (شیخ فریدالدین عطارؒ) اور کیمیائے سعادت (امام غزالیؒ)

درجہ سوم: سلوکِ سلیمانی (حضرت مولانا محمد اشرف سلیمانیؒ) تربیت السالک، التکشف، بوادر نوادر، انفاس عیسیٰ، بصائر حکیم الامت (حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ)، احیاء العلوم (امام غزالیؒ)

جھری ذِکر کی احتیاط اور طریقه

سارے تصوف کے سلاسل کی طرح ہمارے سلسلہ میں بھی ذِکر کو قلب کی اصلاح میں بطور بنیادی ذریعہ شامل کیا گیا ہے۔ سلسلہ کی ترتیب میں چشتیہ صابریہ جہری طریقہ ذِکر، ضرب کے ساتھ اختیار کیا گیا ہے۔ پہلے درجہ میں صرف سوبار لا الہ الا اللّٰہ، سوبار الا اللّٰہ اور سوبار اللّٰہ کا ذِکر کیا جاتا ہے۔ دوسرے اور تیسرے درجہ میں لا الہ الا اللّٰہ دوسوبار، الا اللّٰہ چارسوبار اللّٰہُ اللّٰہ چھ سوبار، اللّٰہ سوبار کی اجازت دی جاتی ہے۔

کتابوں کا مطالعہ تو ہر کوئی کر سکتا ہے جبکہ جہری ذِکر کی ترتیب کے لیے بیعت، مشورہ اور اس کے طریقہ کو بالمشافہ (آمنے سامنے) سیکھنا ضروری ہے، خود سے کرنے میں ذہنی وجسمانی نقصان کا خطرہ ہو سکتا ہے۔

ایک ناقابلِ انکار حقیقت

انسان خدا تعالیٰ کا انکار کر سکتا ہے، رسول کا انکار کر سکتا ہے آخرت کا انکار کر سکتا ہے لیکن

ایک ایسی حقیقت جس کا انکار نہیں کرسکتا وہ موت ہے۔

؎ جان جانی ہے جا کر رہے گی موت آنی ہے آ کر رہے گی

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ط وَ اِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ط فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ

ترجمہ: ہر جی کو چکھنی ہے موت اور تم کو قیامت کے دن پورے بدلے ملیں گے۔ پھر جو کوئی دور کیا گیا دوزخ سے اور داخل کیا گیا جنت میں اُس کا کام تو بن گیا۔

؎ پھول بننے کی خوشی میں مسکرائی تھی کلی کیا خبر تھی یہ تغیر موت کا پیغام ہے

اَلْمَوْتُ قَدْحٌ كُلُّ نَفْسٍ شَارِبُوْهَا وَالْقَبْرُ بَابٌ كُلُّ نَفْسٍ دَاخِلُوْهَا

ترجمہ: موت ایک پیالہ ہے جسے ہر نفس نے پینا ہے اور قبر ایک دروازہ ہے جس سے ہر نفس نے داخل ہونا ہے۔

حضرت مولانا محمد اشرف صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ اُن کے شیخ حضرت شاہ عبدالعزیز دعا جو دہلوی رحمت اللہ علیہ تہجد سے پہلے یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

شب تاریک، رہ باریک، منزل دور، من تنہا دستم گیر یا اللہ!، دستم گیر یا اللہ!

رات اندھیری، راہ ہے ٹیڑھی، منزل دور اور ہم تنہا پکڑیو ہاتھ یا اللہ!، پکڑیو ہاتھ یا اللہ!

بہر حال جن کی آخرت آباد ہے اُن کے لئے تو بشارت ہے:

اَلْمَوْتُ جَسْرٌ يُّوْصَلُ الْحَبِيْبَ اِلَى الْحَبِيْبِ

ترجمہ: موت ایک پُل ہے جو دوست کو دوست سے ملا دیتا ہے۔

حضرت شاہ صاحبؒ ہی شعر پڑھا کرتے تھے:

؎ بلا سے نزع میں تکلیف کیا ہے سکونِ خاطر بھی کم نہیں ہے
کسی سے ملنے کی ہیں اُمیدیں کسی سے چھٹنے کا غم نہیں ہے

یہ عالم عیش و عشرت کا یہ حالت کیف و مستی کی بلند اپنا تخیل کر یہ سب باتیں ہیں پستی کی
جہاں دراصل ویرانہ ہے گو صورت ہے بستی کی بس اتنی سی حقیقت ہے ’فریبِ خوابِ ہستی‘ کی

کہ آنکھیں بند ہوں اور آدمی افسانہ ہو جائے

ادارۂ اشرفیہ عزیزیہ کی تربیتی سرگرمیاں

اِدارۂ اشرفیہ عزیزیہ، جو بندہ کے شیخ حضرت مولانا محمد اشرف صاحب سلیمانی پشاوریؒ اور حضرت مولانا محمد اشرف صاحبؒ کے شیخ شاہ عبدالعزیز دعا جو دہلویؒ کی یاد میں قائم ہوا ہے، سالانہ مندرجہ ذیل اصلاحی سرگرمیوں میں مصروف رہتا ہے۔

۱۔ درسِ قرآن: ہفتہ میں چھ دن بعد نماز عشاء، مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی۔

۲۔ مجلسِ ملفوظات: ہفتہ میں سات دن بوقتِ اشراق، مسجدِ فردوس، پشاور یونیورسٹی۔

۳۔ مجلسِ ذکر: بروزِ اتوار مغرب تا عشاء، مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی۔

۴۔ مجلسِ ذکر: بروزِ پیر مغرب تا عشاء، مسجدِ نُور، فیز تھری، حیات آباد، پشاور۔

۵۔ مجلسِ ذکر: بروزِ منگل مغرب تا عشاء، مسجدِ فردوس، پشاور یونیورسٹی۔

۶۔ عورتوں کی مجلس: بروزِ ہفتہ عصر تا مغرب، حضرت مولانا اشرف صاحبؒ کے گھر، دھوبی گھاٹ، پشاور یونیورسٹی۔

۷۔ جمعہ کا خطبہ: مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی۔

۸۔ ماہوار اجتماع: اس کے لئے تاریخ مقرر کی جاتی ہے۔ اجتماع بروزِ ہفتہ مغرب سے شروع ہو کر بوقت چاشت اتوار کو ختم ہوتا ہے۔ مہمانوں کے قیام وطعام کا بندوبست ادارہ کی طرف سے ہوتا ہے۔

۹۔ رمضان: پہلے بیس دن ہر روز مغرب سے پہلے مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی میں مجلسِ ذکر ہوتی ہے۔ مہمانوں کا افطار ادارہ کی طرف سے ہوتا ہے۔ آخری عشرہ میں تربیتی اعتکاف ہوتا ہے جس میں کثیر تعداد شرکت فرماتی ہے۔

۱۰۔ موسمِ گرما کا اجتماع: موسمِ گرما میں شمالی علاقہ جات میں کسی ٹھنڈے مقام پر سالانہ اجتماع منعقد کیا جاتا ہے۔

(ڈاکٹر فدا محمد مد ظلہٗ)

☆☆☆☆☆☆☆